بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہ بد مستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی

ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ بو دارد! (۱)
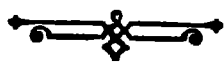
بنگال کے ایک مشہور ہندو جرنلسٹ اور پولٹکل رہنما نے روئداد کے انگریزی ایڈیشن کیلیے جو تحریر بطور دیباچہ کے لکھی ہے، اُسی کا ترجمہ یہاں بطور اُردو دیباچہ کے درج کیا جاتا ہے - وہ لکھتے ہیں:

مولانا ابو الکلام کی گرفتاری اور مقدمہ کی یہ مختصر روئداد ہے، جو ملک کے اصرار و طلب سے سرسری طور پر مرتب کرکے شائع کی جاتی ہے - مقدمہ کی روئداد زیادہ تر مقامی اخبارات کی رپورٹوں اور ایسوسی ایٹڈ پریس کے تاروں سے نقل کی گئی ہے - بہت سی تفصیلات بخوف طوالت نظر انداز کردی گئیں - اثنائے مقدمہ میں عدالت سے باہر جو واقعات ظہور میں آے اور جن میں سے اکثر ایسے ہیں جو مولانا کی گرفتاری سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے، اُنکا بھی کچھ ذکر نہیں کیا گیا، کیونکہ روئداد مقدمہ کے موضوع سے وہ خارج تھے -

(فہرست مضامین)

اس مجموعہ میں، سب سے پہلے وہ "پیغام" درج ہے جو گرفتاری سے دو دن پہلے مولانا نے لکھکر اپنے کاغذات میں رکھدیا تھا اور گرفتاری کے بعد شائع ہوا - اُسکے بعد گرفتاری کی مختصر کیفیت درج ہے - پھر تاریخ وار تمام پیشیوں کی روئداد دی گئی ہے - اسکے بعد مولانا کا بیان ہے، جو اُنھوں نے عدالت کیلیے لکھا -

---

(۱) مولانا نے اپنے بیان کا عنوان اسی شعر کو رکھا ہے، جیسا کہ اُنکے مسودے میں ہے - لیکن چونکہ بیان اسلیے لکھا گیا تھا کہ اُسکا انگریزی ترجمہ عدالت میں داخل کیا جائے، اسلیے ترجمے کے وقت نکال دیا گیا -

نہیں دی گئی تھی - لیکن مولانا نے صاف صاف کہدیا کہ اگرچہ اِسوقت اس قانون کی خلاف ورزی کرنے کا عام طور پر حکم نہیں دیا گیا ہے ' لیکن میرے لیے افضلیت (عزیمت) اِسی میں ہے کہ خلاف ورزی کروں ' اور سچائی کے اعلان سے باز نہ رہوں - جب میں افضل بات پر عمل کرسکتا ہوں تو کم مرتبہ طریقہ کے دامن میں کیوں پناہ لوں ؟ (۱) چنانچہ انہوں نے اعلان کردیا کہ جمعہ کے دن شاہی مسجد میں بیان کرینگے - بعض وزراء حکومت پنجاب نے مہاتما جی سے شکایت کی کہ مولانا کا طرزِ عمل آپ کے خلاف ہے - لیکن مہاتما جی نے کہا - بلا شبہ میں عام طور پر سول ڈس اوبیڈنس کی اجازت کا مخالف ہوں' لیکن ایسے ذمہ دار افراد کیلیے جیسے کہ مولانا ہیں' ہر وقت اُسکا دروازہ کہلا ہے - چنانچہ جمعہ کے دن اُنہوں نے پہلے جمعہ کا خطبہ دیا - اُس کا موضوع بھی وقت ہی کے مسائل تھے - پھر نماز کے بعد صحن مسجد میں ترک موالات پر ایسی دل ہلا دینے والی تقریر کی جو ہمیشہ اہل لاہور کو یاد رہیگی - لاہور کے نیم سرکاری اینگلو انڈین آرگن " سول اینڈ ملٹری " نے اس پر لکھا تھا کہ اس کارروائی کے ذریعہ علانیہ اہل پنجاب کو قانون شکنی کی دعوت دی گئی ہے - مسٹر گاندھی اپنے رفیق کو اس سے باز رکھنا ضروری نہیں سمجھتے - اگر گورنمنٹ پنجاب نے اس پر موزوں کارروائی نہیں کی تو پنجاب کے نواں کو اپرنٹرز کی جرأتیں بہت بڑھجائیںگی - یہ بھی لکھا تھا کہ مارشل لا کے حکام نے شاہی مسجد کو اسی مقصود سے بند کردیا تھا - اب سول حکام کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے - اس نوٹ کی سرخی " صحن مسجد میں باغیانہ لکچر " تھا -

ایک ہفتہ کے بعد وہ امرتسر آئے - یہاں بھی تقریر ممنوع تھی - لیکن جامع مسجد میں انہوں نے خطبہ دیا - اور نماز کے بعد مکرر تقریر کی - اُسی وقت

---

(۱) مولانا نے اس موقعہ پر اسلام کی دو اصطلاحیں بولی ہونگی " رخصت " اور " عزیمت " - ہر ایک عمل میں ایک طریقہ رخصت کا ہوتا ہے' اور ایک عزیمت کا - اہل عزائم ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے ہیں اور رخصت کی آسانیوں کو عامۃ الناس کیلیے چھوڑ دیتے ہیں - یہی بات مولانا نے مضمون نگار سے بھی دھرائی ہوگی اور اسکا مطلب سمجھایا ہوگا - انہوں نے اسی کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے - رخصت اور عزیمۃ دعوۃ کا فرق مولانا نے " تذکرہ " میں خوب واضح کیا ہے -

فی الحقیقت اصل مقصود اس رسالہ کی ترتیب سے اُسی کی اِشاعت ہے - آخر میں بطور ضمیمہ کے مولانا کا وہ مضمون بھی شامل کردیا ہے ' جو کلکتے پہنچکر اُنہوں نے " پیغام " میں شائع کیا تھا ' اور جسمیں گورنمنٹ کے تازہ جبرُ و تشدد کے جواب میں ایک نئی مدافعانہ حرکت کی اپیل کی گئی تھی - ملک نے اس اپیل کا جس جوش و مستعدی کے ساتھہ جواب دیا ' اور خصوصا بنگال میں جیسی یادگار اور غیر مسخر دفاعی پیش قدمی شروع ہوئی ' وہ موجودہ تحریک کی تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار اور پر فخر کارنامہ ہے - اگر بدقسمتی سے اس فتح مندی کے تمام ثمرات یکایک ضائع نہ کردیے جاتے تو فی الحقیقت ملک نے میدان کا پہلا مرحلہ جیت لیا تھا ' اور قریب تھا کہ ایک نیا کامیاب دور شروع ہو جائے - چونکہ مولانا کی گرفتاری ہی سے اس نئی حرکت کا سلسلہ شروع ہوا ' اسلیے ضروری معلوم ہوا کہ یہ مضمون بھی روئداد میں شامل کردیا جائے - پہلی ڈسمبر سنہ ۲۱ - سے ۱۱ - فروری ۲۲ تک ملک نے جو فتح مند دفاع کیا ہے ' وہ گویا اِسی دعوت کا عملی جواب تھا -

(مولانا کی گرفتاری اور اُسکی نوعیت)

ملک کے مسلمہ لیڈروں میں سب سے آخری گرفتاری مولانا اور مسٹر سی - آر - داس کی ہوئی - مسٹر داس کی گرفتاری بنگال کے مقامی حالات کا نتیجہ تھی - لیکن مولانا کا معاملہ اُسسے بالکل مختلف تھا - اگر ۱۷ - نومبر کے بعد کے حالات پیش نہ آئے ' جب بھی اُنکی گرفتاری اٹل تھی ' اور ہر صبح و شام متوقع تھی - گذشتہ ایک سال کے اندر شاید ہی کسی نے اسقدر صاف صاف اور بے پردہ چیلنج گورنمنٹ کو دیا ہوگا ' جیسا کہ مولانا نے دیا - مسئلۂ خلافت اور سوراج سے قطع نظر' خاص طور پر بھی وہ برابر گورنمنٹ کو اپنی گرفتاری کیلیے دعوت دیتے رہے ' اور اُنکا طرز عمل ہمیشہ اَن کمپرو مائزنگ رہا -

(گرفتاری کیلیے مسلسل دعوت)

مارچ سنہ ۲۱ - میں مہاتما گاندھی کے ہمراہ مولانا نے پنجاب کا تیسرا دورہ کیا - اُسوقت ضلع لاہور اور امرتسر میں سڈیشن میٹنگس ایکٹ نافذ تھا - یعنی نہ تو کوئی پبلک جلسہ ہوسکتا تھا - نہ کوئی پبلک تقریر کی جاسکتی تھی - اسی لیے مہاتما جی نے بھی گجرانوالا جاکر تقریر کی - لاہور اور امرتسر میں کوئی تقریر نہیں کی - کیونکہ اُسوقت تک قانونی خلاف ورزی کی اجازت

چنانچہ تمام ملک میں جلسوں کے انعقاد اور کراچی رزولیوشن کی تصدیق کا سلسلہ شروع ہوگیا - اور گورنمنٹ حیران و درماندہ ہوکر رہگئی !

پھر کراچی ' بمبئی ' آگرہ ' لاہور وغیرہ مقامات میں بھی وہ برابر اس کا اعلان کرتے رہے - بمبئی ' آگرہ ' اور لاہور کی کانفرنسوں کے صدر بھی وہی تھے - آگرہ کی پراونشیل خلافت کانفرنس میں کراچی رزولیوشن پیش کرتے ہوئے انہوں نے جس طرح گورنمنٹ کو چیلنج دیا ' اُسے سنکر بڑے بڑے نا ہمت اشخاص بھی دم بخود ہوگئے تھے اور فیصلہ کردیا تھا کہ صبح سے پہلے ہی وہ گرفتار کرلیے جائینگے !

علی برادرز کی گرفتاری کے بعد مہاتما گاندھی جی نے ہندو مسلمان لیڈروں کو بمبئی میں جمع کرکے ایک مینوفسٹو شائع کیا تھا - اس میں کراچی رزولیوشن کی اس بنا پر تائید کی تھی کہ موجودہ حالت میں سرکار کی سول اور فوجی ملازمت کو ملکی غیرت کے خلاف کہنا کوئی جرم نہیں ہے ' اور ایسا کہنا ایک جائز فعل ہے - اسپر اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا تھا کہ گورنمنٹ اس مینوفسٹو پر دستخط کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریگی - کیونکہ صرف اس خیال کو زبان سے ظاہر کردینا یا شائع کرنا جرم نہیں ہے - بلکہ عملاً سپاہیوں کو ورغلانا - اور اُنکو ترک ملازمت کی دعوت دینا جرم اور سازش ہے - کراچی کا مقدمہ عملی اقدام کی بنا پر کیا گیا ہے - مجرد رزولیوشن پاس کردینے کی بنا پر نہیں ہے -

یہ بات بہت سے کمزور دلوں کیلیے ایک حیلہ بن گئی - وہ کراچی رزولیوشن کا اعلان کرتے ' مگر " ایسا کرونگا " اور " ایسا ہونا چاہیے " وغیرہ الفاظ کے ساتھہ بولتے - بالفعل عمل کرنے پر زور نہ دیتے ' نہ اپنے عمل کرنے کا اظہار کرتے - لیکن مولانا نے یہ تسمہ بھی لگا نہ رکھا - انہوں نے بمبئی ' آگرہ ' لاہور وغیرہ کی تقریروں اور اپنے تحریری اعلانات میں صاف صاف کہدیا کہ نہ صرف میرا اعتقاد یا زبانی اعلان ہی نہیں ہے ' اور نہ لیڈروں کے مینوفسٹو کی طرح صرف اس بات کے جواز کا مدعی ہوں - بلکہ دو سال سے اس پر عمل بھی کررہا ہوں - آئندہ بھی کرونگا اور ہر شخص سے کہتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کرے - میں پوری جد و جہد کرونگا کہ ہر سپاہی تک اس پیغام حق کو پہنچا دوں -

بمبئی کی اُس میٹنگ میں میں بھی شریک تھا - مولانا نے میٹنگ میں بھی اپنی یہ راے ظاہر کردی تھی کہ مینوفسٹو کا مضمون ناکافی ہے اور صرف ایسا کہنے کے " جواز " کا اظہار کرنا حصول مقصد کیلیے سودمند نہیں - اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے عملاً ایسا کیا ہے اور ہمیشہ کرتا رہونگا -

وہ مسلسل تقریروں سے لکھنؤ جارہے تھے - اسلیے دس پندرہ منٹ سے زائد نہ بول سکے - تاہم انہوں نے صرف اسلیے تقریر کی تھی کہ گورنمنٹ پنجاب کو یہ کہنے کا موقعہ باقی نہ رہے کہ جمعہ کا خطبہ معمولی تقریر نہیں ہے' جس کے ارتکاب سے سرکاری آرڈر کی خلاف ورزی ہوئی ہو - پس عام بول چال کے مطابق جس تقریر کو پولٹیکل تقریر کہہ سکتے ہیں' وہ بھی انہوں نے نماز کے بعد کردی اور گورنمنٹ کیلیے کسی حیلے حوالے کی گنجائش باقی نہ چھوڑی !

مگر گورنمنٹ پنجاب نے بالکل تغافل کیا - گرفتار کرنے کی جرأت نہ کرسکی - مولانا نے یہ واقعہ خود مجھسے بیان کیا تھا -

اسکے بعد کراچی خلافت کانفرنس کے رزولیوشن کی بنا پر علی برادرز اور دیگر اصحاب کی گرفتاری عمل میں آئی - اس موقعہ پر مولانا نے اپنی گرفتاری کیلیے یکے بعد دیگر ایسے شجاعانہ بلاوے دیے' کہ شاید ہی کوئی نظیر اسکی ملسکے - علی برادران ۱۴ - اگست کو گرفتار کیے گئے' لیکن کلکتہ میں ۱۸ - کی صبح کو خبر پہنچی - اُنہوں نے اُسی وقت ہالیڈے پارک میں جلسہ کے انعقاد کا اشتہار دیا' اور شام کو دس ہزار سے زیادہ کے مجمع میں تقریر کی - انہوں نے کہا تھا

" جس رزولیوشن کی بنا پر علی برادران گرفتار کیے گئے ہیں' وہ اسلام کا ایک مانا ہوا اور مشہور معروف مسئلہ ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسکا اعلان کرے - وہ رزولیوشن در اصل میرا ہی طیار کیا ہوا ہے اور میری ہی صدارت میں سب سے پہلے اسی کلکتہ کے ٹون ہال میں منظور ہوا ہے - میں اُس سے بھی زیادہ تفصیل اور صفائی کے ساتھہ اسوقت اُسکے مضمون کا اعلان کرتا ہوں - یہ سی - آئی ڈی کے رپورٹر بیٹھے ہیں اور میں اُنہیں کہتا ہوں کہ حرف بحرف قلمبند کرلیں - اگر یہ جرم ہے تو گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیے کہ اسکا ارتکاب ہمیشہ جاری رہیگا "

اسکے بعد دہلی میں مرکزی جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی کا جلسہ ہوا - ان دونوں جلسوں میں بھی اُنہوں نے کراچی رزولیوشن کو زیادہ صاف اور واضح لفظوں میں پیش کیا - نیز ایک تجویز اس مضمون کی بھی پیش کی کہ "چونکہ گورنمنٹ نے اس اسلامی حکم کی تبلیغ کو جرم قرار دیا ہے' اسلیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اب اسکے اعلان میں اپنی جان لڑادے' اور ہر مقام پر اس غرض سے جلسے منعقد کیے جائیں - "

پس اِن حالات میں اگر اسقدر توقف اور پس و پیش کے بعد گورنمنٹ نے اُنہیں گرفتار کیا ' تو جیسا کہ خود اُنہوں نے کہا ہے ' فی الحقیقت یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ہے ' اور اُنکی طرح ہمیں بھی اسپر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے -

(آخری دفاعی معرکہ)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی حکمت اُنکی گرفتاری سے بر وقت ایک خاص کام لینا چاہتی تھی - اسلیے تعجب انگیز طور پر اُنکی گرفتاری برابر ملتوی ہوتی رہی - اور پھر ٹھیک اُسی وقت ہوئی ' جبکہ تحریک کی نئی زندگی کیلیے اُسکی ضرورت تھی - اگر یہی واقعہ دسمبر سے پہلے ظہور میں آ جاتا ' تو وہ نتائج کیونکر حاصل ہوتے جو دسمبر کے بعد کے حالات ہی میں وجود پذیر ہوسکتے ہیں ؟

۱۷ - نومبر کے بعد اچانک قومی تحریک جن حالات میں گھر گئی تھی ' اُسکا صرف اُنہی لوگوں کو اندازہ ہے جو تحریک کے اندرونی نظم و نسق میں دخل رکھتے ہیں - یہ وہ موقعہ تھا کہ ملک نہایت بے چینی کے ساتھہ کسی نئے اِقدام کا انتظار کر رہا تھا - سال کے اختتام میں (جو نوان کوا پریشن پروگرام کے نفاذ کی مقررہ مدت تھی) صرف دو ماہ باقی رہگئے تھے ' اور ساری اُمیدوں کا مرکز مہاتما گاندھی جی کا یہ اعلان تھا کہ پہلی دسمبر سے وہ بردولی تعلقہ میں اجتماعی سول ڈس اوبیڈین شروع کردینگے - لیکن یکایک بمبئی میں پرنس آف ویلز کے ورود کے موقعہ پر شورش نمودار ہوئی ' اور اُس سے مہاتما گاندھی جی کے ذکی الحس قلب پر ایسا شدید اثر پڑا کہ اُنہوں نے نہ صرف بردولی کا کام ملتوی کردیا ' بلکہ پے درپے تین بیانات شائع کرکے اعلان کردیا کہ موجودہ حالات میں تحریک کی ناکامیابی کا ہمیں اعتراف کرلینا چاہیے !

اس اعلان نے تمام ملک میں افسردگی اور مایوسی کی ایک عام لہر دوڑا دی - قریب تھا کہ لوگوں کے دل بالکل ہی بیٹھہ جائیں - چنانچہ ۲۲ - نومبر کو جب کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ہوا تو تمام ممبروں پر یاس و حسرت چھائی ہوئی تھی اور کچھہ نظر نہیں آتا تھا کہ تحریک کو زندہ رکھنے کیلیے کونسا فوری عمل اختیار کیا جائے ؟ مولانا اور مسٹر داس نے خود مجھسے واپسی کے بعد کہا تھا : " ہم بالکل تاریکی میں گھر گئے ہیں " لیکن خدا کی رحمت نے فوراً چارہ سازی کی - جبکہ ۲۲ - نومبر کو بمبئی میں لوگ راہ عمل سونچ رہے تھے ' تو ٹھیک اُسی وقت گورنمنٹ کے نئے جبر و تشدد سے کلکتہ میں ایک نیا دروازۂ عمل کھل چکا تھا -

ابتدا میں گورنمنٹ نے علی برادران اور انکے ساتھیوں کے برخلاف صرف کرانچی رزولیوشن کا الزام لگایا تھا - لیکن جب مولانا نے بار بار اعلان کیا کہ کراچی رزولیوشن خلافت اور جمعیت العلماء کی گذشتہ تجویزوں کا صرف اعادہ ہے - ورنہ سب سے پہلے خود انہوں نے ۲۹ - فروری سنہ ۲۰ - کو خلافت کانفرنس کلکتہ میں اسکا اعلان کیا ہے، تو پھر گورنمنٹ بھی چونکی، اور جونہی مقدمہ سشن کورٹ میں شروع ہوا، سرکاری وکیل نے دعوے میں ترمیم کرکے کلکتہ کانفرنس کا رزولیوشن بھی شامل کردیا - اسپر مولانا نے ایک برقی بیان فوراً تمام اخبارات میں شائع کرایا تھا - جسکی بے باک شجاعانہ اسپرٹ بجائے خود عجیب و غریب تھی اور ہمیشہ ہندوستان کی تاریخ میں یادگار رہیگی - اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ صرف اتنی ہی ترمیم سے سرکاری دعوا مکمل نہیں ہوسکتا - اور مرحلے بھی ابھی باقی ہیں :

" سب سے پہلے کلکتہ خلافت کانفرنس کیلئے یہ رزولیوشن میں نے طیار کیا - خود اپنی قلم سے لکھا، اور میری ہی صدارت میں منظور ہوا - اسکے بعد دهلي میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور میں نے اس رزولیوشن پر بصورت فتوی کے دستخط کیا - پھر بریلی میں جمعیۃ کا جلسہ ہوا - اس کا بھی میں ہی صدر تھا، اور صدارت کی طرف سے اس رزولیوشن کو پیش کرکے منظور کرایا تھا - علاوہ بریں رسالۂ خلافت میں ایک خاص باب اس موضوع پر لکھہ چکا ہوں، اور اسکی بے شمار کاپیاں تقسیم ہوچکی ہیں - پھر کلکتہ، دهلی، کراچی، بمبئی وغیرہ میں بھی میں نے ایسا ہی بیان کیا ہے - میں اس کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ یہ صرف میرا زبانی اظہار ہی نہ تھا بلکہ میں نے اس پر عمل بھی کیا ہے اور ہمیشہ لوگوں کو کہتا رہا ہوں کہ اسکی تبلیغ کرتے رہیں - اگر یہ " سازش " اور " اغوا " ہے تو مجھے اسکے ارتکاب کا ہزار مرتبہ اقرار ہے - گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ علی برادر سے پہلے (جنہوں نے صرف نقل و اعادہ کیا ہے) مجھپر مقدمہ چلاتی "

۳۰ - ستمبر سنہ ۲۱ - کو یہ بیان ملک کے تمام انگریزی اور ورنی کلر اخبارات میں شائع ہوگیا، مگر گورنمنٹ کی جانب سے بالکل اغماض کیا گیا اور کوئي کارروائی اُنکے برخلاف نہ کی گئي - یہ امر واقعہ ہے کہ تمام ملک کو اسپر سخت تعجب اور حیرانی ہوئي تھی - جیسا کہ اُنہوں نے اپنے " بیان " کی دفعہ ۲ - میں اشارہ کیا ہے -

یہ واقعہ علاوہ اُن بے شمار تقریروں اور کارروائیوں کے ہے، جن میں وہ برابر بلا کسي ادنی تزلزل کے یکساں قول و فعل کے ساتھہ مشغول رہے -

(مقدمہ کي چند خصوصیات)

اب هم اُن بعض امور کي طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاهتے هیں جنکي وجہ سے یہ سادہ اور مختصر مقدمہ ملک کے بے شمار پولٹیکل مقدمات میں ایک خاص اهمیت رکھتا ہے ' اور جن میں همارے اخلاقي اور پولیٹیکل زندگي کیلیے نہایت هی قیمتی رهنمائی پوشیدہ ہے -

(کامل صادقانہ روش)

سب سے پہلے جو چیز همارے سامنے آتی ہے ' وہ مولانا کا مضبوط ' یک سو ' قطعی ' اور هر طرح کی دورنگیوں اور مذبذب آمیز باتوں سے محفوظ کیرکٹر ہے - یہ اگرچہ اُنکی پبلک لائف کے هر حصے میں همیشہ نمایاں رها ہے ' اور نظر بندي کی چار سالہ زندگی میں اچھي طرح هم اُس کا اندازہ کرچکے هیں ' لیکن عدالت اور باقاعدہ چارہ جوئی کی صورت نظر بندی سے بالکل ایک مختلف صورت ہے - پہلے میں کوئي موقعہ اظہار عزیمت اور بحث و دلائل کا نہیں هوتا - دوسرے میں سزا دهی کي بنیاد هی بحث و دلائل اور ڈیفنس پر هوتی ہے - پس در اصل ایک لیڈر کي روش اور استقامت کی اصلي آزمائش گاہ عدالت هي کا هال ہے -

اس حقیقت کو دونوں پہلوؤں سے جانچنا چاهیے - اس لحاظ سے بهي کہ عام طور پر ایک قومی رهنما اور سیاسی لیڈر کی روش گرفتاري کے بعد عدالت میں کیا هونی چاهیے ؟ اور اس لحاظ سے بهي کہ خاص طور پر نون کو اپریشن اُصولوں کے ماتحت ایک سچے نون کو اپریٹر کو عدالت میں کیا کرنا چاهیے ؟ مولانا کی روش دونوں حیثیتوں سے همارے لیے سبق آموز ہے -

سب سے بڑي چیز " قول " اور " عمل " کي مطابقت ہے - یعني هم جو کچھہ کہا کرتے هیں ' وقت پڑنے پر ٹھیک ویسا هي بلکہ اُس سے زیادہ کر دکھائیں - مولانا نے اپنے مضبوط طرز عمل سے دکھلا دیا کہ وہ وقت پر اپني کوئي بات اور کوئي دعوی بهي واپس لینا نہیں چاهتے -

ایک لیڈر جب گورنمنٹ کے خلاف طرز عمل اختیار کرتا ہے ' اور اظہار حق میں اپنے آپ کو نڈر اور بے پروا بتلاتا ہے ' تو وہ بار بار ظاهر کرتا ہے کہ هر طرح کي قربانیوں کیلیے طیار ہے - اور گورنمنٹ کو چیلنج دیتا ہے کہ اُسے جب چاهے گرفتار کرلے - لیکن جب گورنمنٹ خود اُسي کے اختیار کیے هوے اور پسند کیے هوے طریقہ کے

جونہی گورنمنٹ بنگال نے رضا کاروں کی جماعت اور مجالس کو خلاف قانون قرار دیا ' فوراً اهل کلکتہ نے ایک هزار دستخطوں سے نئی جماعت رضا کاراں کا اعلان شائع کردیا - اسکے بعد مسٹر سي - آر - داس اور مولانا کلکتہ پہنچے ' اور اُنھوں نے معلوم کرلیا کہ فتح مندي کا اصلی میدان بنگال هی میں گرم هوگا - اُنھوں نے آل انڈیا کانگرس کمیتی یا ورکنگ کمیتی ' یا مہاتما گاندهي کی اجازت کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کیا ' بلکہ فوراً رضاکاروں کي تنظیم اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا - روزانہ چار چار پانچ پانچ سو گرفتاریوں کي تعداد پہنچ گئي - بنگال کي پیش قدمي نے دوسرے صوبوں پر بھی اثر ڈالا - نئي حرکت هر طرف شروع هوگئی' اور اچانک ملک میں ایک ایسي نئی زندگی پیدا هوگئي کہ لوگوں کو پچھلي افسردگي و مایوسی کا ایک گزرے هوے خواب جتنا بھی خیال باقي نہ رہا -

خود مولانا کو بھی اس حقیقت کا پورا یقین تھا جیسا کہ اُنکے " پیغام " مورخہ ۸ - دسمبر سے واضح هوتا هے - علاوہ نمبر ۴ - سے ۸ - تک اُنھوں نے جو خطوط لوگوں کو لکھے ' اُن میں بھی صاف صاف اپنا ارادہ اور یقین ظاهر کردیا هے - ایک خط کی نقل همیں اُنکے سکرٹری سے ملي هے ' جو مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء دهلی کے نام اُنھوں نے لکھوایا تھا - اُس میں لکھتے هیں

" بدایون کے جلسہ (جمعیت) میں شرکت کا قطعی ارادہ تھا - لیکن یہاں پہنچکر جو حالات دیکھے' اور جو حالات روز بروز ظهور پذیر هو رهے هیں ' اُن کے بعد بہت مشکل هوگیا هے کہ میں کلکتہ سے نکل سکوں - کلکتہ سے نکلنے کے یہ معنی هونگے کہ میں ایک بہترین مہلت عمل دیدہ و دانستہ ضائع کردوں - مجھے تو ایسا نظر آتا هے کہ شاید سول ڈس اوبیڈنس کا عقدہ یہیں حل هوگا - روز بروز ایک نئی شاهراہ کامیابی کی میرے سامنے کھلتی جاتی هے - یقین کیجئے کہ بدایون کے جلسہ میں عدم شرکت کا مجھے بھی نہایت افسوس هے - لیکن میں محسوس کرتا هوں کہ بحالت موجودہ کلکتہ سے نکلنا کم از معصیت نہوگا "

واقعات ما بعد نے ثابت کردیا کہ اُنکا خیال کسقدر صحیح تھا ؟ فی الحقیقت کلکتہ نے پوری شجاعت کے ساتھہ میدان سر کیا اور اسکی کامیابی کے سامنے حریف کو علانیہ سرجھکانا پڑا - افسوس هے کہ بدبختانہ عین وقت پر رهنمایان ملک نے قوت فیصلہ نے غلطی کي' اور یکے بعد دیگرے ایسي لغزشیں هوگئیں کہ ۱۸ - سے ۲۳ - دسمبر تک جو عظیم الشان فتح هوئي تھي' وهي اب شکست بنکر همارے سامنے آگئي هے!

(۳) کچھہ لوگ ان دونوں قسموں سے بھی بلند تر ھیں - وہ زیادہ باھمت اور نڈر دل رکھتے ھیں - اسلیے عدالت کے سامنے بھی اُنکی جرأت و شجاعت اُسی آن بان کے ساتھہ نظر آتی ھے جس طرح پبلک مجمعوں میں نظر آتی تھی - لیکن زیادہ دقت نظر کے ساتھہ جب اُنکے طرز عمل کو دیکھا جاتا ھے ' تو وہ بھی بے لاگ اور یکسو ثابت نہیں ھوتا - کیونکہ گو وہ ساری باتیں ھمت اور بے باکی کی کرتے ھیں ' لیکن حقیقت اور اصلیت کے اقرار و برداشت سے اُنھیں بھی گریز ھوتا ھے - یعنی عدالت کی سزا سے بچنے کیلیے وہ بھی کوئی دقیقہ حیلے حوالوں کا اُٹھا نہیں رکھتے - البتہ اُنکی حیلہ جوئی بہت ھی مخفی اور باریک ھوتی ھے - پچھلی دو جماعتوں کی طرح کھلی ھوئی اور صاف نہیں ھوتی - وہ گورنمنٹ کی مخالفت سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ساتھہ ھی عدالت اور قانون کی آڑ میں پناہ بھی لینا چاھتے ھیں - یعنی یہ ظاھر کرتے ھیں کہ گو اُنھوں نے یہ سب کچھہ کہا اور کیا ھے ' تاھم اُنھیں سزا نہیں ملنی چاھیے - کیونکہ عدالت اور قانون کی رو سے وہ ھر طرح ایک جائز فعل تھا - کسی طرح بھی سزا کا موجب نہیں ھوسکتا - ساتھہ ھی وہ اس بات کی بھی سخت شکایت کرتے ھیں کہ بلا " قصور " اُنھیں گرفتار کیا گیا - نیز عدالت کو باور کرانے کی کوشش کرتے ھیں کہ اُنکو سزا کا دینا نہایت " نا انصافی " کی بات ھوگی ! یہ طرز عمل اُنکا اُس گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی عدالت میں ھوتا ھے جسکے ظلم و ستم کا وہ شب و روز رونا روچکے ھیں ' اور جسکے انصاف سے اُنھوں نے ھمیشہ مایوسی ظاھر کی ھے - نیز جسکی نسبت اُنھیں یقین بھی ھے کہ خواہ کتنی ھی قانون اور انصاف کے نام پر اپیلیں کی جائیں ' لیکن اُنھیں سزا دیے بغیر نہیں چھوڑا جائیگا !

یہ آخری قسم گویا سب سے بلند اور اعلی سے اعلی جماعت ھے جو ھماری پولیٹکل جد و جہد کا دور اسوقت تک پیدا کرسکا ھے - لیکن " قول " اور " فعل " کی مطابقت سے اسکا طرز عمل بھی خالی ھے - اگر فی الواقع وہ اپنے تمام دعوؤں میں سچی تھی ' اور دعوت آزادی و حق پرستی کے نتائج بھگتنے کیلیے طیار تھی ' تو چاھیے تھا کہ اپنی گرفتاری اور سزا یابی کا بلا کسی اعتراض اور شکایت کے استقبال کرتی ' اور صاف صاف کہدیتی کہ فی الواقع اُس نے ایسا ھی کام کیا ھے جس پر گورنمنٹ کے نقطۂ خیال کے مطابق سزا ملنی چاھیے - اور چونکہ اُس نے خود اپنی پسند سے یہ راہ اختیار کی ھے ' اسلیے اُسکے قدرتی نتائج کیلیے

مطابق اُسے گرفتار کرلیتی ہے اور اپنے نقطۂ نظر اور قانون کے مطابق مجرم ٹھہرا کر سزا دلانا چاہتی ہے ، تو پھر اُس وقت سونا آگ پر تپنے لگتا ہے - اور کھوٹے کھرے کی پہچان کی گھڑی آجاتی ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ اُسوقت تین طرح کی طبیعتیں تین طرح کی راہیں اختیار کرتی ہیں

(۱) کچھ لوگ جنکے زبانی دعووں کے اندر کوئی محکم ایمان اور سچائی نہیں ہوتی ، وہ تو فوراً اپنے دعووں سے دست بردار ہوجاتے ہیں ، اور اپنے کیے پر پشیمانی ظاہر کرکے عجز و نیاز کا سر جھکا دیتے ہیں - یہ سب سے ادنیٰ درجہ ہے -

(۲) کچھ لوگ جو اِس سے بلند درجہ رکھتے ہیں ، اُنکی طبیعت اس درجہ گر جانے کو تو گوارا نہیں کرتی ، لیکن سزا سے بچنے کیلئے وہ بھی بیقرار ہوتے ہیں - اسلیے وہ بھی فوراً اپنا طرز عمل بدلدیتے ہیں ، اور عدالت پر ظاہر کرنے لگتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرتے رہے ، اُسکا مقصد وہ نہیں ہے جو گورنمنٹ نے سمجھا ہے ، بلکہ کچھ دوسرا ہی ہے - پھر طرح طرح سے اُسکی تاویلیں کرتے ہیں ، اور مخالفت کو موافقت بنانا چاہتے ہیں - کبھی پولیس اور سی - آئی - ڈی کی رپورٹوں کو بالکل جھوٹا کہدیتے ہیں ، کبھی اپنے کہے ہوے اور لکھے ہوے جملوں کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنانا چاہتے ہیں - کبھی گورنمنٹ کا شکوہ کرتے ہیں کہ کیوں خواہ مخواہ بلا قصور اُنہیں گرفتار کرلیا ؟ غرضکہ اپنی تمام پچھلی شجاعانہ آمادگیوں کو فراموش کر کے اچانک ایک نیا پوزیشن اختیار کرلیتے ہیں ، اور اگرچہ سزا سے نہ بچ سکیں لیکن سزا سے بچنے کیلیے جسقدر بھی حیلے حوالے کرسکتے ہیں ، اُسمیں کمی نہیں کرتے - پہلی قسم کی طرح اس قسم کے لوگ بھی بعد کو اپنے طرز عمل کی حمایت یا معذرت میں یہ حیلہ اختیار کرتے ہیں کہ لڑائی بھی ایک طرح کا فریب ہے - ہم نے صرف اپنے بچاؤ کیلیے دشمن سے فریب کھیلا ، ورنہ دراصل ہمارے دل میں وہی ہے جو پہلے تھا - لوگ بھی اسے مان لیتے ہیں -

یہ بات گویا اسقدر مسلم اور پیشتر سے سمجھی بوجھی ہوئی ہے کہ جب کوئی لیڈر عدالت میں ایسا رویہ اختیار کرتا ہے ، تو پبلک ذرا بھی تعجب نہیں کرتی اور سمجھہ لیتی ہے کہ یہ سب کچھہ صرف عدالت کیلیے کیا گیا ہے جہاں ایسا ہی کرنا چاہیے پالیٹکس میں ایسا کرنا ہی پڑتا ہے - گویا پالیٹکس میں جھوٹ ، نفاق ، دو رنگی ، ذلت نفس ، اور مکر و فریب کے سوا چارہ نہیں !

اسکے بعد انہوں نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ وہ کیوں " جرم " کا اقرار کرتے ہیں ؟ وہ کہتے ہیں - اسلیے کہ جب ایک قوم اپنے ملک کی آزادی کا مطالبہ کرتی ہے تو اُسکا معاملہ اُس طاقت سے ہوتا ہے جو عرصہ سے اُسکے ملک پر قابض و متصرف ہے - کوئی انسان یہ پسند نہیں کریگا کہ اسکے قبضہ میں آئی ہوئی چیز واپس چلی جائے - پس قدرتی طور پر یہ مطالبہ قابض طاقت پر شاق گزرتا ہے اور جہانتک اُسکے بس میں ہوتا ہے وہ اپنے فوائد کے تحفظ کیلیے جد و جہد کرتی ہے - یہ جد و جہد کتنی ہی خلاف انصاف ہو' مگر کسی طرح بھی قابل ملامت نہیں ہے - کیونکہ ہر وجود اپنی حفاظت کیلیے ضرور ہاتھہ پاؤں ماریگا - ایسا ہی مقابلہ ہندوستان میں بھی شروع ہوگیا ہے - پس یہ ضروری ہے کہ جو لوگ موجودہ بیورو کریسی کے خلاف جد و جہد کررہے ہیں' بیورو کریسی بھی اُنکی مخالفت میں جد و جہد کرے' اور جہانتک اُسکے امکان میں ہے' اُنکو سزائیں دے - چونکہ وہ نہ صرف جد و جہد کرنے والے ہی ہیں' بلکہ اس جد و جہد کی دعوت دینے والے ہیں' اسلیے ضروری ہے کہ اُنہیں سزا دی جائے' بلکہ زیادہ سے زیادہ سزا دی جائے - وہ کہتے ہیں کہ میں کیوں گورنمنٹ سے یہ توقع رکھوں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کریگی ؟ وہ تو وہی کریگی جو ہمیشہ طاقت نے آزادی کی جد و جہد کے مقابلہ میں کیا ہے - پس یہ ایک ایسا قدرتی معاملہ ہے جسمیں دونوں فریق کیلیے شکوہ و شکایت کا کوئی موقعہ نہیں - دونوں کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاہیے "

اُنہوں نے اپنے بیان کے آخر میں اسکا بھی اعتراف کیا ہے کہ آزادی و حق طلبی کی جد و جہد کی مقاومت میں دنیا کی جابر گورنمنٹیں جو کچھہ کرچکی ہیں' اسکو دیکھتے ہوے تسلیم کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں اسوقت جسقدر جبر و تشدد ہو رہا ہے ' وہ بہت ہی کم ہے !

کیسی بے لاگ اور خالص صداقت شعاری ہے ' جو اس بیان سے ٹپک رہی ہے ؟ کیا اس سے بھی بڑھکر راست بازی اور شجاعت و استقامت کی کوئی مثال ہوسکتی ہے ؟

لوگوں کو شدۂ حق گوئی کے اس نئے نمونہ پر اگر تعجب ہو تو کوئی حیرت کی بات نہیں - کیونکہ ابھی ہم اس مقام سے بہت ہی دور پڑے ہوے ہیں - ابھی تک تو ہمارا یہ خیال ہے کہ پالیٹکس میں ہر طرح کی ہٹ دھرمی اور صریح غلط بیانی تک جائز ہے !

وہ کسی طرح گورنمنٹ کو ملامت بھی نہیں کرتی - گورنمنٹ دنیا کے تمام جانداروں کی طرح یقیناً اپنے مخالفوں کو سزا ہی دیگی - پھولوں کا ہار نہیں پہنائیگی - پس جب ایک بات قدرتی طور پر ناگزیر ہے تو کیوں اس سے گریز کیا جاے ؟ اگر گریز ہے تو آزادی و حق طلبی کی راہ میں قدم رکھنا ہی نہیں چاہیے -

لیکن مولانا کا طرز عمل اس اعتبار سے بالکل ایک نئی راہ ہمارے سامنے کھولتا ہے - انہوں نے بتلادیا ہے کہ " قول " اور " فعل " کی مطابقت اور سچے اور نے لاگ حقیقت پرستی کے معنی کیا ہیں ؟ انہوں نے اپنے بیان میں سب سے پہلے اِسی سوال پر توجہ کی ہے - انہوں نے صاف صاف تسلیم کرلیا ہے کہ وہ بحالت موجودہ گورنمنٹ کے نقطۂ نظر اور قانون سے واقعی " مجرم " ہیں ' اور وہ ہرگز قابل ملامت وشکایت نہیں ہے کہ گورنمنٹ انہیں سزا دلانا چاہتی ہے - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جب انہوں نے استغاثہ کے مواد کو بہت ہی کمزور پایا ' تو ایک ایسی جرأت کے ساتھ جسکی کوئی نظیر موجود نہیں ' استغاثہ کا بار ثبوت بھی اپنے ذمے لے لیا ' اور خود اپنے قلم سے وہ تمام باتیں بتفصیل لکھدیں جنکا ثبوت استغاثہ کیلیے بہت مشکل تھا اور اسلیے وہ پیش نہ کرسکا تھا - اس طرح عدالت پر اچھی طرح واضح ہوگیا کہ استغاثہ کے دعوے سے بھی کہیں زیادہ وہ گورنمنٹ کے مجرم ہیں - اور یہ بالکل ایک قدرتی بات ہے کہ انہیں سزا دی جاے -

چنانچہ ہم خود انہی کی زبانی سنتے ہیں کہ انکا ارادہ بیان دینے کا نہ تھا - کیونکہ انہیں یقین تھا کہ انکے خلاف گورنمنٹ کو جو کچھہ کہنا چاہیے وہ سب کچھہ پیش کر دیگی - لیکن جب کارروائی شروع ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ صرف دو تقریروں کی بنا پر استغاثہ دائر کیا گیا ہے اور وہ اُن بہت سی باتوں سے بالکل خالی ہیں' جو ہمیشہ وہ کہتے رہے ہیں - تو انہوں نے محسوس کیا کہ " گورنمنٹ میرے خلاف تمام ضروری مواد مہیا کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی اسلیے میرا فرض ہے کہ میں عدالت کو اصلیت سے با خبر کر دوں " وہ تسلیم کرتے ہیں کہ " قواعد عدالت کی رو سے یہ میرا فرض نہیں ہے " مگر چونکہ " حقیقت کا قانون عدالتی قواعد کی جکڑ بندیوں کا پابند نہیں ہے " اسلیے " یقیناً یہ سچائی کے خلاف ہوگا کہ ایک بات صرف اسلیے پوشیدگی میں چھوڑ دی جاے کہ مخالف اپنے عجز کی وجہ سے ثابت نہ کرسکا "

لیکن مولانا کا طرز عمل کسقدر یک سو اور کامل معنوں میں ڈیفنس سے مبرا ہے؟ انہوں نے اظہار بے جرمی کی جگہہ جرم کا صاف صاف اعتراف کیا ' اور بجاے انصاف کی اپیل کرنے کے عدالت کو خود ہی اپنے تمام جرائم کی فہرست سنادی - ساتھہ ہی اول سے آخر تک کسی طرح کی قانونی بحث نہیں کی - ایک حرف بھی اس بارے میں ہم انکی زبان سے نہیں سنتے - حتی کہ یہ تک نہیں پوچھتے کہ جو دفعہ انپر لگائی گئی ہے' واقعی انکی تقریریں اسمیں آتی بھی ہیں یا نہیں ؟ اور آتی ہیں تو کیونکر؟ وہ تو خود ہی اپنی تقریروں کے تمام سخت سخت مقامات نقل کر دیتے ہیں اور سی - آئی - ڈی کے رپورٹروں کی ناقابلیت سے جہاں کہیں کوئی کمی رہگئی ہے' اُسکو استغاثہ کے حسب منشاء مکمل کردیتے ہیں ! فی الحقیقت ترک موالات اور عدالتوں کے مقاطعہ سے اصل مقصود یہ تھا جسکا مکمل نمونہ ہم ان میں دیکھتے ہیں - یہ نہیں تھا کہ ڈیفنس اور بریت کا ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرلیا جاے -

جو لوگ صاحب نظر و انصاف ہیں ' وہ یقیناً اس طرز عمل سے متاثر ہوے اور متاثر ہونگے - مولانا کے بعد ہی لاہور میں لالہ لاجپت راے جی پر دوبارہ مقدمہ چلایا گیا لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ کوئی بیان دینگے ؟ تو جواب میں انہوں نے کہا " چونکہ بیان میں از روے قانون اپنی بریت کو لازمی طور پر لکھنا پڑیگا اور یہ بات کو اپریشن کے خلاف ہے - اسلیے غور کرنے کے بعد اب میری راے یہی ہوگئی ہے کہ کوئی بیان نہیں دینا چاہیے" گویا انہوں نے بھی مولانا کے طرز عمل کی تائید کی -

جب تک ایک حقیقت نظروں سے مستور رہتی ہے ' اُسکا عام طور پر احساس نہیں ہوتا - لیکن جب سامنے آجاتی ہے تو پھر تعجب ہوتا ہے کہ اتنی صاف بات کیوں لوگونکو محسوس نہیں ہوئی ؟ یہی حال اس معاملہ کا ہے - مولانا کا بیان پڑھنے کے بعد فی الواقع تعجب ہوتا ہے کہ کیوں اسقدر صاف اور سچی بات سے بڑے بڑے لیڈروں کو گریز رہا ؟ یہ واقعہ ہے کہ ہم موجودہ گورنمنٹ اور بیورو کریٹک حکام کے جبر و ظلم کے خلاف جد و جہد کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد انکے قبضہ سے اپنا حق واپس لینا ہے - پس یہ بالکل قطعی اور یقینی بات ہے کہ ہم جو کچھہ کر رہے ہیں ' وہ ہمارے دلائل اور عقائد کی رو سے کتنا ہی صحیح ہو' لیکن موجودہ گورنمنٹ کے قانون اور پوزیشن کی رو سے

مولانا کا یہ طرز عمل عام خیالات سے کسقدر مختلف ہے ؟ اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے ہوگا - مولانا نے مندرجۂ بالا مطالب لکھتے ہوے یہ الفاظ لکھے ہیں "کہا جاسکتا ہے کہ پہلے فریق کی طرح دوسرے فریق کی جد و جہد بھی قابل ملامت نہیں" یعنے قوم کی طرح گورنمنٹ بھی اپنی جد و جہد میں قابل ملامت نہیں - چونکہ یہ خیال عام خیال سے بالکل ہی بعید تھا - لوگوں کی سمجھ میں کسی طرح یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ گورنمنٹ کو بھی اُسکی جابرانہ جد و جہد میں ناقابل ملامت مانا جاے - اسلیے تمام اخبارات نے اِسے کتابت کی غلطی سمجھا اور "کہا جاسکتا ہے" کی جگہہ "کہا جاتا ہے" بنا دیا - گویا گورنمنٹ یا اُسکے طرفدار ایسا کہتے ہیں ' ورنہ در اصل ایسا نہیں ہے - حالانکہ اسکے بعد کی عبارت بالکل اس تبدیلی کے خلاف تھی !

(نواں کوا پریشن اُصول)

یہ جو کچھہ ہمیں نظر آیا ' مولانا کے مسلک کی عام حیثیت تھی - اگر "ترک موالات" کا پروگرام نہ ہوتا ' جب بھی وہ ایسا ہی کرتے - لیکن اب اس اعتبار سے بھی دیکھنا چاہیے کہ "ترک موالات" کا اصول ملحوظ رکھتے ہوے آپکے طرز عمل کا کیا حال ہے ؟

ترک موالات اور عدالت کے بائیکاٹ سے مقصود یہ تھا کہ عدالت میں کسی طرح کا بھی ڈیفنس نہ کیا جاے - یعنی اپنے کو سزا سے بچانے کیلیے کوئی کارروائی نہ کی جاے ' کیونکہ نواں کوا پریشن عدالت کے انصاف اور جوازھی سے منکر ہے - اس اعتبار سے بھی مولانا نے ہمیں بتلادیا ہے کہ ڈیفنس نہ کرنے کے کیا معنی ہیں ؟

بہت سے لوگوں نے "ڈیفنس نہ کرنے" پر صرف اتنا ہی عمل کیا کہ عدالتی دستور کے مطابق وکلا اور قانون پیشہ اشخاص کو اپنے طرف سے مقرر نہیں کیا - لیکن جہانتک تعلق اصل ڈیفنس کا ہے ' اسمیں اُنھوں نے کوئی کمی نہیں کی - پوری طرح اپنی بے قصوری اور استغاثہ کے خلاف قانون و انصاف ہونے پر بحثیں کیں ' اور ہر طرح کے قانونی مواد سے استدلال کیا ' بعض حالتوں میں عدالت سے انصاف کی اپیل بھی کی گئی - یعنی خود اپنی زبان و قلم سے وہ سب کچھہ کرگزرے جو وکیل اور کونسلی اُنکی جانب سے ڈیفنس میں کرسکتا تھا - پس فی الحقیقت یہ "ڈیفنس نہ کرنا" نہیں ہوا ' بلکہ "براہ راست خود ڈیفنس کرنا" ہوا -

ي موافقت میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا جائے - وہ کہتے ہیں کہ یہ مصالح
ک ہیں - غلط بیانی اور جھوٹ نہیں ہے لیکن فی الحقیقت یہ یورپ کا پولٹیکل
ملی ہے جس پر یورپ سے بیزار ہوکر بھی ہم شوق سے عمل کررہے ہیں -

ابھی اسی سال کی بات ہے کہ علی گڈہ میں پولیس کے اشتعال سے فساد
ہوا تھا - جیسا کہ قاعدہ ہے پولیس کے اشتعال اور تشدد سے پبلک بھی مشتعل
ہوئی ' اور پھر مشتعل ہونے کے بعد اُس نے بھی وہ سب کچھ کیا جو ایک
پرجوش مجمع کی فطرت کیا کرتی ہے - لیکن " اخبار الذبی پنڈت " کے نامہ نگار اور
بعض دیگر مقامی لیڈروں نے اِس سے صاف صاف انکار کردیا وہ آخر تک یہی کہتے
رہے کہ مجمع نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی - نہ تو کوتوالی پر حملہ کیا گیا -
نہ پولیس پر پتھر پھینکے گئے - نہ کوتوالی کا سامان جلایا گیا - یہ سب جھوٹ ہے -
حالانکہ یہ سب سچ تھا ' اور سچ کو سچ ماننے ہی میں ہماری طاقت اور فتح مندی
ہے - آخر جب مہاتما گاندھی نے سختی کے ساتھ مضامین لکھے ' تب جاکر لوگ
کہیں خاموش ہوئے - اس طرح کی ہٹ دھرمیوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حریف
کی نظروں میں جو یقیناً اصلیت سے بے خبر نہیں ہے ' ہمارے کریکٹر کی کمزوری
خود کھل جاتی ہے ' اور ہماری بات بالکل ہلکی اور بے وزن ہوکر رہجاتی ہے -
ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ آجتک کبھی کسی نے یہ تسلیم کیا ہو کہ اُسکے خلاف پولیس
کا بیان صحیح ہے - بلاشبہ یہ سچ ہے کہ پولیس کی کذب بیانیوں کی بھی کوئی
حد نہیں - لیکن انہیں جھوٹ گھڑنے (گڑھ لینے) کی ضرورت وہیں پڑتی ہے جہاں اصل میں
کچھ نہو - جہاں فی الواقع گورنمنٹ کے خلاف کارروائی کی گئی ہے ' وہاں تو وہ
بھی اس سے زیادہ نہیں کرینگے کہ مخالف کو مخالف ہی دکھلائیں - یا کچھ
مبالغہ کردیں - پھر کیوں واقعات کو صریح جھٹلایا جائے ؟

(اُنکا عفو و تحمل اور روش کی متانت)

ایک بڑی سبق آموز حقیقت اُنکے روش کی کمال درجہ سنجیدگی و متانت'
اور نہایت ہی موثر عفو و درگذر بھی ہے - یہ وصف بھی ایسا ہے کہ جس پر
غور کرنے کی ہمارے قومی لیڈروں اور کارکنوں کو بڑی ہی ضرورت ہے -

یہ قدرتی کمزوری ہم تمام انسانوں میں ہے کہ مخالف کے مقابلے میں غصہ
اور غیظ و غضب سے بھرجاتے ہیں - علی الخصوص اُس حالت میں جبکہ مخالف

تو ضرور جرم اور بلا کسی نزاع کے ۱۲۴ - الف ہے - یعنی "گورنمنٹ کے خلاف حقارت اور نفرت پھیلانا" ہے - پس اگر ہم اس بات سے بے خبر ہیں، تو ہم اس کام کے لائق ہی نہیں ہوسکتے - اگر جان بوجھکر ایسا کر رہے ہیں تو پھر ہم کو مان لینا چاہیئے کہ گورنمنٹ اور گورنمنٹ کے نافذ کردہ قانون کی رو سے ہم ضرور مجرم ہیں، اور وہ سزا دلائے میں حق بجانب ہے - اسمیں بچاؤ اور بریت کیلیئے چال چلیں کیوں کی جائے؟ اور شکوہ و شکایت کیوں ہو؟ کیا لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد بھی کرینگے، آسے جنگجو حریفوں کی طرح چیلنج بھی دینگے، اور پھر وہ اُنہیں گرفتار بھی نہ کریگی، اور محض معمولی معمولی سزائیں بھی نہ دے؟ مولانا کے لفظوں میں کہنا چاہیئے کہ "گورنمنٹ مسیح نہیں ہے"!

یا پھر تسلیم کرلینا چاہیئے کہ جو کچھہ زبان سے کہا جاتا ہے، وہ دل میں نہیں ہے - زبان چیلنج دیتی ہے، مگر دل میں یہی ہوتا ہے کہ ہم آخر تک بچتے رہینگے - اور یہ محض زبانی شیخی کر رہے ہیں، ورنہ سچ مچ کو پکڑے نہیں جائینگے -

(سی - آئی - ڈی کے رپورٹر)

اسی سلسلہ میں مولانا کے طرز عمل کی ایک اور صداقت ہمارے سامنے آتی ہے - اُنہوں نے کیسی صفائی اور راست بازی کے ساتھہ تسلیم کرلیا ہے کہ سی - آئی - ڈی - کے رپورٹروں نے اُنکے خلاف جو کچھہ کہا، وہ صحیح ہے - اُس میں کوئی بات شرارت کی نہیں -

ہماری پولیٹکل جد و جہد کی تاریخ میں یہ سب سے پہلی مثال ہے کہ اس فراخ دلی کے ساتھہ خود ملزم نے اُن لوگوں کی شہادت کی تصدیق کی ہے جو ملزم کے برخلاف اسکی کوشش کر رہے ہیں کہ عمر بھر کی قید کی سزا دلا دی جائے!

انسان کی ایک سب سے بڑی عام کمزوری یہ ہے کہ وہ فریقانہ تعصب سے اپنے آپکو محفوظ نہیں رکھہ سکتا - صداقت کیلیے سب سے زیادہ مشکل آزمائش اُسیوقت ہوتی ہے جب وہ دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلے میں کھڑی ہوتی ہے - ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے لیڈر بھی اسمیں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے کہ مخالف فریق کو بوقت ضرورت غلط الزامات دیدیے جائیں - یا کم از کم

خوبصورتی و صداقت کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائینگے - ہم بیان کے مطالب کی اہمیت ' طرز بیان کی دلفریبی ' اسلامی حریت کی عالمانہ ترجمانی ' اور فرائض ملک و ملت کی بہترین سبق آموزی کی قدر و قیمت کا اندازہ ناظرین کے ذوق سلیم پر چھوڑتے ہیں ' اور مولانا ہی کے لفظوں میں نہ کہکر اپنی گذارش ختم کردیتے ہیں کہ " مستقبل فیصلہ کریگا اور اُسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا " !

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود !

ایک عظیم الشان بیان

A great Statement !

مہاتما گاندھی جی اپنے اخبار " ینگ انڈیا " کی اشاعت ۲۳ - فروری سنہ ۲۲ - میں عنوان بالا سے رقم طراز ہیں

" مولانا ابو الکلام آزاد نے جو بیان عدالت میں دیا ہے ' اُسکی نقل ابھی میرے پاس پہنچی ہے - یہ فلسکپ سائز کے ۳۳ - صفحوں پر ٹائپ کیا ہوا ہے ' لیکن اسقدر طول طویل ہوتے پر بھی سب کا سب پڑھنے کے قابل ہے - اصل بیان مولانا کی فصیح و بلیغ اردو میں ہوگا - یہ اُسکا انگریزی ترجمہ ہے - ترجمہ برا نہیں ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے بہتر ممکن تھا -

مولانا کے بیان میں بہت بڑی ادبی خوبصورتی ہے ' وہ نہایت وسیع روانی کے ساتھہ پرجوش بھی ہے - وہ نہایت دلیرانہ ہے - اُسکا لہجہ غیر متزلزل اور غیر آشتی طلب (ان کمپرو مائزینگ) ہے - مگر ساتھہ ہی سنجیدہ اور متین بھی ہے - تمام بیان میں اول سے آخر تک ایک پرجوش اثر پایا جاتا ہے ' اور ایسا معلوم ہوتا ہے - گویا خلافت اور نیشنلیزم پر مولانا ایک پر اثر خطبہ دے رہے ہیں ! میں امید کرتا ہوں کہ اس بیان کو چھپکر شائع کردیا جائیگا - میں مولانا کے سکرٹری کو مشورہ دونگا کہ احتیاط کے ساتھہ انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی کریں ' اور کتاب کی صورت میں چھاپکر شائع کردیں -

مولانا کا بیان پڑھکر جب میں فارغ ہوا ' تو ایک بات بہت زیادہ واضح ہوکر میرے سامنے آگئی - یعنی عدالتوں کو بائیکاٹ کرنے کی اصلی ضرورت کیا ہے ؟ میں نے محسوس کیا کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو یہ بے خوفی اور مضبوطی

صاحب اختیار و طاقت بھی ہو - لیکن ایک لیڈر اور بڑے آدمی کو عام انسانوں سے زیادہ جذبات پر قابو رکھنا چاہیے - کسی انسان کی بڑائی کیلیے یہ کم سے کم بات ہے کہ وہ وقت پر اپنے غصہ کو ضبط کرسکے - بہت سے لوگ یہ غلطی بھی کرجاتے ہیں کہ شجاعت و ہمت اور طیش و غضب میں فرق نہیں کرتے - بہت زیادہ غصہ میں آ جانے کو ہمت اور بہادری کی بات سمجھتے ہیں - حالانکہ سچا بہادر وہی ہے جو تکلیف جھیلنے میں اسقدر مضبوط ہو کہ تکلیف دیکھکر اُسے غصہ ہی نہ آے - علاوہ بریں غصہ اور طیش کے ہیجان میں واقعات اور حقیقت کی تاثیر بھی نمایاں نہیں ہوسکتی -

مولانا کے طرز عمل کی ایک بڑی نمایاں بات اُنکی بیحد متانت اور سنجیدگی ہے - عدالت کی تمام کارروائیوں کی اثنا میں کہیں بھی نہ نظر نہیں آتا کہ وہ غصہ میں بھرے ہوے ہیں - یا دشمن کے قابو میں اپنے آپ کو پاکر پیچ و تاب کھا رہے ہیں - برخلاف اسکے اُنکے " بیان " کی ہر سطر سے کامل متانت اور ضبط ٹپکتا ہے ' اور جس حصے کو دیکھا جاے ' جذبات کے جوش کا کوئی اثر نظر نہیں آتا - اُنہوں نے سخت سے سخت جوش انگیز پولیٹکل معاملات پر اس طرح بحث کی ہے ' گویا ایک شخص نہایت سادگی کے ساتھہ محض واقعات و حقائق پر لکچر دے رہا ہے - وہ گویا گرفتار ہونے کے بعد غصبی جذبات سے بالکل خالی ہوگئے تھے !

اس سے بھی زیادہ موثر مقام بیان کا خاتمہ ہے جہاں اُنہوں نے اُن تمام لوگوں کا ذکر کیا ہے - جو اُنکے خلاف مقدمہ میں کام کر رہے تھے - اپنے مخالف گواہوں ' سرکاری وکیل ' اور مجسٹریٹ کی نسبت پوری خوشدلی کے ساتھہ لکھدیا ہے کہ اُنہیں کوئی شکایت یا رنج اُن سے نہیں ہے - اور اگر اُن سے کوئی قصور اس بارے میں ہوا ہے تو وہ سچے دل سے معاف کردیتے ہیں - مجسٹریٹ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ تو اپنا فرض انجام دے رہا ہے اور حکومت کی مشینری کا ایک جزء ہے - جب تک مشینری میں تبدیلی نہو ' اُسکے اجزاء کے اعمال میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی - پس اس سے بھی انہیں کوئی شکایت نہیں ہے !

اُنکے بیان کا خاتمہ بیحد موثر ہے - وہ ضرب المثل کی طرح ہمارے لٹریچر میں زندہ رہیگا - جس طرح بیان کے بہت سے جملے اپنی لفظی و معنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل الحمد للہ - سیریکم آیاته فتعرفونها ' وما ربك بغافل عما تعملون -

مباش غره عرفی که زلف و قامت یار

جزاء همت عالی و دست کوته ماست !

آج ۸ - دسمبر ۱۹۲۱ - کی صبح ہے - کل شام کو مجھے قابل وثوق ذرائع سے اطلاع ملگئی ہے که گورنمنٹ بنگال نے ویسرائے کے مشورہ کے بعد میری اور مسٹر سی - آر - داس کی گرفتاری کا فیصلہ کرلیا - میری نسبت گورنمنٹ کا ارادہ یہ ہے که اگر میں گیارہ تاریخ تک کلکته سے باہر نه گیا تو مجھے گرفتار کرلیگی ' لیکن اگر میں بدایوں کے جلسه جمعیة العلماء کیلیے چلا گیا تو پھر گویا اسکے سر سے بلا ٹل جائیگی - صرف مسٹر داس گرفتار کرلیے جائینگے -

میرا وقت تمام تر بنگال سے باہر ہندوستان کے کاموں میں خرچ ہوتا رہا ہے - اسوقت بھی میں تحریک کے نہایت اہم کاموں میں مشغول تھا ' اور ۲۵ - دسمبر تک کا پروگرام میرے سامنے تھا - لیکن اچانک بنگال میں گورنمنٹ کی نئی سرگرمی شروع ہوگئی ' اور اسکے بعد دوسرے صوبوں میں بھی اسکی تقلید کی گئی - میں کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے جلسه کی وجه سے بمبئی میں تھا - مہاتما گاندھی جی سے میں نے مشورہ کیا - اُنھوں نے کہا که چند دنوں کیلیے کلکته چلاجانا ضروری ہے - چنانچه یکم دسمبر کو میں کلکته پہونچا - میں نے دیکھا که گورنمنٹ نے آخری حد تک تشدد کا ارادہ کرلیا ہے ' اور کوئی ناجائز طریقه ایسا نہیں ہے جو ۲۴ - کی ہڑتال روکنے کیلیے عمل میں نه آرہا ہو - تاہم لوگ پوری استقامت کے ساتھه صبر و سکون پر قائم ہیں -

ہم میں کہاں ہوتی جو آج ہمارے اندر کام کررہی ہے ؟ مسٹر سی - آر - داس ، لالہ لاجپت رائے ، پنڈت موتی لال نہرو کے شریفانہ اعلانات سے پہلے ہمارے اندر صرف چھوٹے چھوٹے زبانی جھگڑے اور ناھمدگر الزامات تھے جو کبھی ایک قوم کو سر بلند نہیں کرسکتے -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اگر ہم نے عدالتوں کا بائیکاٹ نہ کیا ہوتا تو ہمکو آج مولانا کے بیان جیسی گرانقدر چیز نہیں ملتی جو بجائے خود ایک بہترین سیاسی تعلیم ہے -

عدالتوں کے بائیکات کا اثر صرف اسی چیز میں نہیں دیکھنا چاہیے کہ کتنے قانون پیشہ اصحاب نے پریکٹس چھوڑی ؟ اصلی چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ آج سے دو سال پہلے جو ہما ہمی اور رونق عدالت گاہوں کے اندر باہر نظر آتی تھی ، وہ کس طرح اب مفقود ہوگئی ہے ؟ اب تو وہ صرف لین دین کرنے والوں اور قمار بازوں کی ایک کمین گاہ ہیں - نہ وہ قومی آزادی کا سرچشمہ ہیں ، نہ انفرادی آزادی کا - اس بات کا اندازہ کہ قوم کیسی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے ؟ صرف بہادر اور بے خوف دلوں کے جذبات دیکھنے ہی سے ہوسکتا ہے -

مولانا کے بیان کا روئے سخن اگرچہ عدالت کی طرف ہے ، لیکن در اصل وہ ملک و ملت سے خطاب کر رہے ہیں - فی الحقیقت اُن کا بیان ایسا ہے گویا عمر بھر کیلئے سخت سے سخت سزاؤں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے !

ایک سال قید با مشقت سزا کا فیصلہ سنکر مولانا نے کیا خوب کہا : " میں جس سزا کا متوقع تھا ، اُس سے تو یہ بہت ہی کم ہے " !

اب میں مولانا کے بیان کے چند حصے نقل کرتا ہوں ، تا کہ ناظرین خود اندازہ کرلیں "

(نوٹ)

اسکے بعد مولانا کے بیان کا انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے - انگریزی ترجمہ کی نسبت مہاتما جی نے جو خیال ظاہر کیا ہے وہ صحیح ہے -

بلا شبہ ترجمہ میں اصل بیان کی بہت سی ادبی خوبیاں مفقود ہوگئیں - وہ زور بھی باقی نہ رہا جو اصل میں موجود ہے - لیکن ترجمہ کی مشکلات اور وقت کی کوتاہی پر بھی نظر رکھنی چاہیے - علی الخصوص ایک ایسے لٹریچر کیلیے جیسا کہ مولانا کا ہے - بہر حال اب مہاتما جی کے ارشاد کے مطابق انگریزی ترجمہ کی از سرنو نظر ثانی کردی گئی ہے - ایک مسلم انگریزی انشا پرداز بھی مشورہ میں شریک ہیں - اُمید ہے کہ پہلے سے زیادہ پر زور اور مکمل ہوگا - اگرچہ اصل کے محاسن اب بھی ترجمہ میں نظر نہیں آسکتے - اُردو ایڈیشن کی طرح وہ بھی رسالہ کی شکل میں چھپ رہا ہے - جن حضرات کو مطلوب ہو ، مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی سے منگوالیں -

---

گورنمنٹ نے میری گرفتاری کا فیصلہ کرکے مجھے ایک بہت بڑے بوجھ سے نجات دیدی - خدا بہتر جانتا ہے کہ میرے لئے اب جیل سے باہر رہنا کسقدر تکلیف دہ ہوگیا تھا ؟ جو چلے جاتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ پیچھے رہجانے والوں کے دلوں پر کیا گذرتی ہے ؟ محمد علی ' شوکت علی ' لالہ لاجپت رائے ' پنڈت موتی لال نہرو ' سب کا سفر پورا ہوگیا ' اور میں اب تک منزل کے انتظار میں تھا - اب منزل میرے سامنے ہے ' اور میرا دل خوشی سے معمور ہے کہ ایک آخری مگر مقدس میدان اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہوں - میں نے کلکتہ کے موجودہ میدان عمل کو " آخری اور مقدس میدان " کہا - یہ میرا یقین ہے ' اور عنقریب تمام ملک دیکھہ لیگا کہ جو کام دو سال کے اندر تمام ملک میں انجام نہ پاسکا ' وہ ان چند دنوں کے اندر کلکتہ میں انجام پا جائیگا - ولتعلمن نباہ بعد حین -

البتہ اس آخری کام کی تکمیل اور مضبوطی کیلئے ایک آخری مرحلہ باقی ہے ' اور میں بے فکر ہوگیا ہوں کہ گورنمنٹ بنگال کے ہاتھوں وہ بھی پورا ہوجائیگا - اگر دو تین دن کے اندر مجھے اور مسٹر سی - آر - داس کو گرفتار کرلیا گیا ' تو یہ نہ صرف کلکتہ بلکہ تمام بنگال کو ایک نئی بیداری اور زندگی سے معمور کردیگا - بنگال کو ہم دو سال تک آزاد رہکر بیدار نہ کرسکے ' لیکن ہماری گرفتاری ایک مدت کے اندر بیدار کردیگی -

میں اپنی گرفتاری میں تمام مسلمانان ہند کی ایک نئی کروٹ دیکھہ رہا ہوں - مجھے خاص طور پر پنجاب ' صوبۂ سرحد ' اور بہار پر اعتماد ہے - ان تین صوبوں کے مسلمانوں نے ہمیشہ میری صداؤں کو محبت ' اعتماد ' اور مقبولیت کے ساتھہ سنا ہے - وہ گذشتہ دس سال سے میری تمام امیدوں کا مرکز ہیں - مجھے یقین ہے کہ میری گرفتاری ان کیلیے آخری دعوت عمل ہوگی - جو حقیقت دس سال کی پیہم تقریریں اور تحریریں نہیں سمجھا سکا تھا ' وہ میری گرفتاری کی خاموشی سمجھادیگی -

اسطرح گورنمنٹ بنگال صرف بنگال ہی کیلئے نہیں بلکہ تمام ملک کیلیے ایک بہترین خدمت انجام دے رہی ہے -

میرا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے ایمان اور استقامت، دیروں کی نسبت اطمینان حاصل کرلوں - یہ اطمینان مجھے ۵ - تک حاصل ہوگیا، اب میں نے سوچا کہ کلکتہ سے باہر جاؤں یا نہ جاؤں ؟ بداؤن کے جلسۂ جمعیۃ میں جانا بھی نہایت ضروری تھا - ۶ - تک میں متردد رہا - میں نے مہاتما گاندھی جی کو لکھدیا کہ بقیہ کاموں کیلئے مسٹر سی - آر - داس کافی ہونگے - میں بداؤن ہوکر بمبئی آتا ہوں - لیکن ۶ - کی شام کو یکایک حالات نے دوسری شکل اختیار کرلی - میں نے محسوس کیا کہ گورنمنٹ کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے، اور گویا معاملہ کا فیصلہ کن میدان یہیں پیدا ہوگیا ہے - بس میرے لئے ضروری ہوگیا کہ تمام کاموں کو ترک کرکے کلکتہ کیلئے وقف ہو جاؤں - میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میں نہیں رہونگا - تاوقتیکہ گورنمنٹ جابرانہ احکام واپس لیلے، یا مجھے گرفتار کرلے -

میں نے یہ بھی دیکھا کہ گورنمنٹ نے خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کو بالکل توڑ دینے اور معطل کردینے کا ارادہ کرلیا ہے - ایک ایک کرکے تمام کارکن گرفتار کئے جارہے ہیں - قومی اخبارات بھی عنقریب بند کردئے جائینگے - مسٹر داس بالکل تنہا رہگئے ہیں اس بنا پر بھی میرے لئے کلکتہ چھوڑنا ناممکن تھا -

یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ بنگال مجھے گرفتار کرنے سے بچنا چاہتی ہے، اور منتظر ہے کہ میں کلکتہ سے باہر چلا جاؤں - گورنمنٹ کے ایک بہی خواہ دوست نے مجھے اس سے مطلع بھی کردیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ گورنمنٹ کی تمام خواہشوں کی طرح یہ خواہش بھی میری خواہش سے متضاد ہے، اور میرا موجودہ فرض تعمیل نہیں ہے بلکہ خلاف ورزی -

میں نے پوری طرح غور کرکے یہ فیصلہ کیا ہے - بلا شبہ بہت سے کاموں کیلئے میں اپنی موجودگی ضروری دیکھتا ہوں - کام اور ضرورت کا یہ حال ہے کہ جسقدر بھی مہلت ملجائے اُس سے کام لینا چاہئے - لیکن اللہ کے فضل نے کلکتہ میں جو میدان عمل پیدا کردیا ہے، وہ بھی ہر اعتبار سے مجھے قیمتی اور اہم معلوم ہوتا ہے - میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا انتخاب غلط نہ ہوگا -

(۲) امن -

(۳) نظم -

(۴) قربانی اور اسکی استقامت -

مسلمانوں سے میں خاص طور پر التجا کرونگا کہ اپنے اسلامی شرف کو یاد رکھیں، اور آزمایش کی اس فیصلہ کن گھڑی میں اپنے تمام ہندوستانی بھائیوں سے آگے نکل جائیں - اگر وہ پیچھے رہے ' تو انکا وجود چالیس کروڑ مسلمانان عالم کیلیے شرم و ذلت کا ایک دائمی دھبہ ہوگا -

میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں اور بھی کہونگا - ایک یہ کہ اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھہ پوری طرح متفق رہیں - اگر ان میں سے کسی ایک بھائی یا کسی ایک جماعت سے کوئی بات نادانی کی بھی ہو جائے تو اسے بخشدیں، اور اپنی جانب سے کوئی بات ایسی نہ کریں، جس سے اس مبارک اتفاق کو صدمہ پہنچے - دوسری بات یہ ہے کہ مہاتما گاندھی جی پر پوری طرح اعتماد رکھیں، اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاہیں (اور وہ کبھی نہ چاہینگے) جو اسلام کے خلاف ہو، اسوقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے ساتھہ انکے مشوروں پر کاربند رہیں -

(مرکزی خلافت کمیٹی)

مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کی طرف سے میں مطمئن ہوں - اسکے باہمت اور سرگرم صدر سیٹھہ چھوٹانی صاحب کی موجودگی ہر طرح کفایت کرتی ہے - میرے عزیز ڈاکٹر سید محمود سکریٹری منتخب ہوچکے ہیں، اور نہایت سرگرمی سے کام کررہے ہیں - انکی اعانت کیلیے مسٹر احمد صدیق کھتری پہلے سے موجود ہیں - مجھے امید ہے کہ دفتر کے تمام اعوان و ارکان اُن باتوں کو فراموش نہ کرینگے جو گذشتہ قیام بمبئی کے موقعہ پر میں نے اُنسے کہی تھیں - اُنکی متحدہ زندگی اور سعی ہماری عدم موجودگی کی پوری طرح تلافی کردیگی -

(حکیم محمد اجمل خاں صاحب)

حکیم صاحب کو میرا پیام پہنچا دیا جائے، کہ اب آپکی دوش ہمت پر

(اولیں مبارکباد)

اگر میں گرفتار ہوگیا تو مہاتما گاندھی جی کو میرا یہ پیام پہونچا دیا جائے :

" میں آپکو آپکی فتح یابی پر سب سے پہلے مبارکباد دیتا ہوں ' اس مبارکبادی کیلیے آپ مجھے جلد باز نہ سمجھیں - میں اُس اٹل وقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں ' اور چاہتا ہوں کہ اسکی مبارکباد دینے میں کوئی دوسرا مجھہ پر سبقت نہ کر جائے - آپکے ساتھہ انسانی رفاقت روز بروز گھٹ رہی ہے ' مگر خدا کی مدد بڑھتی جاتی ہے - بمبئی کے حادثہ نے آپکے دل کو بہت صدمہ پہنچایا - میں آپکو افسردہ اور غمگین دیکھکر نہایت درد مند ہوا تھا - لیکن اب کلکتہ اُٹھا ہے ' تاکہ غمگینی کی جگہہ خوشی اور کامیابی کا تحفہ آپکے سامنے پیش کرے - آپ نے ۲۵ - نومبر کی شام کو جب مجھہ سے کلکتہ کے بارے میں گفتگو کی ' تو میں نے آپکو اطمینان دلایا تھا - میں خوش ہوں کہ میرا اطمینان بالکل صحیح نکلا - کلکتہ میں میں پندرہ سال سے کام کر رہا ہوں - نصف صدی کی خاندانی زندگی رکھتا ہوں ' اسلیے میرا اطمینان علم و نفس پر مبنی تھا - گذشتہ دس سال کے اندر تحریک خلافت کے سب سے اہم کام کلکتہ ہی کے مسلمانوں نے انجام دیے ہیں - اب آخری منزل میں بھی پہلا قدم وہی اُٹھائیگا - اُسنے با امن قربانی کا راز پالیا ہے - وہ نہ تو بھڑکیگا ' نہ بجھیگا ' مگر اسکی آگ برابر سلگتی رہیگی - با امن سول ڈس اوبیڈینس کی منزل طے کرنا اسی کے حصہ میں آیا ہے ' اور وہ اس کا حقدار تھا "

(آخری پیغام)

میرا آخری پیغام وہی ہے جو آج سے دس برس پہلے پیغام تھا . لاتھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین - نہ تو ہراساں ہو ' نہ غمگین ہو - تم ہی سب پر غالب رہوگے ' اگر سچا ایمان اپنے اندر پیدا کر لو -

ہماری تمام فتح مندیوں کی بنیاد چار سچائیوں پر ہے ' اور میں اسوقت بھی ملک کے ہر باشندے کو انہی کی دعوت دیتا ہوں :

(۱) ہندو مسلمانوں کا کامل اتفاق -

(۱) آپ سب کا باہمی اتحاد ہر حال میں ضروری اور تمام مقاصد کیلیے بنیاد کار ہے -

(۲) ہندو مسلمانوں کے اتفاق کی ضرورت و اہمیت اور شرعی استحسان آپکی نظر سے پوشیدہ نہیں - اسکی پوری طرح حفاظت کرنی چاہیے' اور اسکی حفاظت آپ ہی کے ہاتھہ میں ہے -

(۳) احمد آباد کانگرس میں تمام علماء اسلام کو اور خاصہ ارکان جمعیۃ کو ضرور شریک ہونا چاہیے ' اور جمعیۃ العلماء کی جانب سے اسکا اہتمام کرنا چاہیے -

(۴) لاہور میں ارکان عامہ کی جو تجویز منظور ہوئی ہے ' اسپر فوراً عمل در آمد شروع ہو جاۓ ' اور جہانتک جلد ممکن ہو مجوزہ تعداد ممبروں کی بہم پہنچائی جاۓ -

(گـــورنمنٹ بنــگال)

آخر میں مجھے گورنمنٹ بنگال کیلیے بھی ایک پیغام لکھنا ہے " ۲۴ - کی ہڑتال ضرور ہوگی ' اور خلافت اور کانگرس رضاکاروں کا سلسلہ ہماری گرفتاری کے بعد دوگنی طاقت کے ساتھہ جاری رہیگا "

عـزیـــزان ملـــک و ملت !

میں چار سال نظر بند رہنے کے بعد دسمبر سنہ ۱۹۱۹ع میں رہا ہوا ' اور دو سال کے بعد اب پھر جیل جا رہا ہوں - اللہ آپ سب کا مددگار ہو' اور راہ خدمت حق میں مستقیم رکھے و افوض امری الی اللہ ' اِن اللہ بصیر بالعباد !

۸ - دسمبر - کلکتہ

احمـــد

صرف آپ هی کے فرائض کا نہیں بلکہ هم سب کا بوجهہ آ پڑا ہے - حکمت الہی کا منشا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باهر کے تمام کام آخر تک آپ هي انجام دیں - بہتر نہ ہے کہ اب آپ تمیٔی تشریف لیجائیں اور دهلی کی فکر چهوڑ دیں -

(انگـــورہ فنـــڈ)

افسوس ہے کہ انگورہ فنڈ کی مزید تکمیل کا صحیح موقعہ نہیں ملا - غالباً اسوقت تک دس لاکهہ روپیہ فراهم هوگیا ہے - پہلے آخر دسمبر تک کا زمانہ قرار پایا تها - اب بہتر هوگا کہ ایک ماہ کی مدت اور بڑها دی جائے ' اور جنوری کے آخر تک فراهمی کا سلسلہ جاری رہے -

میرا ارادہ تها کہ دسمبر کے وسط میں ایک خاص تاریخ عام وصولی کیلیے قرار دي جائے ' اور جسطرح مردم شماري کے وقت انتظام ہوتا ہے ' اسی طرح هر جگہ انتظام کیا جائے - پہلے سے اعلان کردیا جائے کہ فلاں وقت چندہ کرنے والے نکلینگے - هر شخص حتی الامکان اپنے مکان میں رہے - پهر وصول کرنے والے تمام شہر میں پهیل جائیں اور هر مسلمان کے آگے دست سوال دراز کریں - کم از کم ایک مرتبہ تو ایسا هو جانا چاهیے کہ هندوستان کا هر مسلمان حفاظت اسلام و خلافت کے لیے کچهہ نہ کچهہ مالی قربانی کردے ؟

لیکن کلکتہ پہنچکر جب ملک کی عام حالت پر نظر ڈالي تو یہ وقت اسکے لیے موزوں معلوم نہ هوا - میں چاهتا هوں کہ احمد آباد خلافت کانفرنس میں اسکا اعلان هو جائے ' اور جنوری کے پہلے هفتہ کی کوئی تاریخ مقرر کردی جائے -

(جمعیـــة العلـــماء)

کا وجود اسوقت سب سے زیادہ اهم اور سب سے زیادہ ذمہ دار ہے - وہ علماء کا مجمع ہے ' اور علماء کے سوا کوئی نہیں جسے مسلمانوں کي دیني و دنیوي رهنمائي و پیشوائی کا منصب حاصل هو - جمعیة کے سامنے اسوقت ایک نہایت اهم اسلامي مسٔلہ تها - اللہ تعالی تمام ارکان جمعیة کو توفیق دے کہ اجتماع بدایوں میں کامل اتفاق و اجماع کے ساتهہ کسی بہتر فیصلہ پر پہنچیں - سردست میں ارکان جمعیة سے بہ ادب عرض کرونگا .

۱۰ - کو ساڑھے چار بجے مسٹر گولڈسی ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ ایک یورپین انسپکٹر پولیس کے ہمراہ آئے ' اور مولانا کو دریافت کیا - مولانا اوپر کی منزل میں اپنے نوشت و خواند کے کمرے میں تھے ' اور مسٹر فضل الدین احمد کو خطوط کا جواب لکھوا رہے تھے - انہوں نے مسٹر گولڈسی کو وہیں بلوالیا - مسٹر گولڈسی نے سلام کے بعد کہا - کیا وہ انکے ہمراہ چلینگے ؟ وہ انہیں لینے کیلیے آئے ہیں - مسٹر احمد نے پوچھا - کیا آپکے ہمراہ وارنٹ ہے ؟ جواب میں انکار کیا گیا - مگر مولانا نے کہا وہ بلا وارنٹ کے بھی جانے کیلیے مستعد ہیں - اسکے بعد وہ اندر مکان میں گئے اور پانچ چھہ منٹ کے بعد واپس آکر جانے کیلیے مستعدی ظاہر کی - انسپکٹر نے کہا - اسقدر جلدی نہ کیجیے - اگر کوئی چیز اپنے آرام کیلیے ساتھہ لینا چاہتے ہیں تو لے لیجیے - لیکن انہوں نے صرف ایک گرم چادر اوڑھہ لی - اور کوئی چیز ساتھہ نہ لی -

جاتے وقت انہوں نے صرف یہ کہا ' " کلکتہ اور باہر کے تمام احباب اور قومی کارکنوں کو میرا پیام پہنچا دیا جائے کہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں پوری مستعدی کے ساتھہ مشغول رہیں - مجھسے ملنے کیلیے کوئی شخص نہ آئے - نہ اپنی جگہہ اور اپنے کام کو چھوڑے - گرفتاریوں کو ایک معمولی اور متوقع واقعہ کی طرح محسوس کرنا چاہیے - کسی طرح کی خلاف معمول اہمیت نہیں دینی چاہیے - مجھے بڑا ہی رنج ہوگا اگر کسی ' کارکن نے میری ملاقات کیلیے اپنا ایک گھنٹہ بھی ضائع کیا "

اسکے بعد وہ روانہ ہوگئے - مسٹر گولڈسی موٹر کار تک ساتھہ گئے جو مکان سے کسی قدر فاصلے پر کھڑی کی گئی تھی - لیکن مولانا کے ساتھہ صرف انسپکٹر بیٹھا - وہ خود دوسری کار پر چلے گئے -

اس طرح زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر کامل سکون اور خاموشی کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا گیا - کسی شخص نے بھی محسوس نہیں کیا کہ کوئی نئی بات پیش آگئی ہے - ایسا معلوم ہوتا تھا - گویا روز مرہ کا ایک معمولی واقعہ ہے جس میں دونوں فریق کیلیے کوئی خلاف توقع بات نہ تھی - جو لوگ آے ' وہ بھی

گـــرفتـــاري

—○•○—

۱۰ - دسمبر سنہ ۲۲ - جمعہ

—*□•□*—

شہپر زاغ و زغن زیباے صید و بند نیست

این کرامت همرہ شہباز و شاهین کردہ اند !

—*][*][*—

۲ - دسمبر سے مولانا اور مسٹر سي - آر - داس کي گرفتاري کي افواہ گرم تھي - لیکن ۷ - کو قابل وثوق ذرائع سے اسکی تصدیق ہوگئی - تاہم ۱۰ - تک گرفتاري عمل میں نہیں آئی - ۸ - اور ۹ - کو صرف یہ نظر آیا کہ خفیہ پولیس کا ورش کے ساتھہ دریافت کیا جا رہا ہے کہ مولانا بدایوں کے جلسۂ جمعیۃ العلماء کیلیے جا رہے ہیں یا نہیں ؟ اگرچہ کئی دن پیشتر سے اسکا اعلان ہوچکا تھا کہ اب وہ کلکتہ سے باہر نہ جائینگے اور سفر کا پورا پروگرام منسوخ کردیا گیا ہے - حتی کہ بعض درمیانی اشخاص سے بھي اُنھوں نے زبانی صاف صاف کہدیا تھا - تاہم معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک اُنکے سفر کي توقع باقی تھی ، اسلیے تفتیش جاري رہی -

بدایوں کا جلسہ ۱۰ - ۱۱ - تاریخ کو تھا - اُسکے لیے کلکتہ سے روانگي کي آخري تاریخ ۸ - تھي - یا حد درجہ ۹ - پس گویا ۹ - کی شام تک اُسکا انتظار کیا گیا -

اس اثناء میں رضا کاروںکی تنظیم اور تبلیغ کا کام روز بروز ترقي کرتا جاتا تھا - روزانہ گرفتاریوں کي تعداد بھي روز افزوں تھي - ۱۰ - کي صبح تک ایک ہزار سے زیادہ رضا کار گرفتار ہوچکے تھے -

۹ - کو مولانا اور مسٹر داس نے آیندہ کام کے نظام کي نسبت از سر نو مشورہ کیا ، اور یہ بات بھي طے کردي گئي کہ اگر وہ دونوں بہ یک دفعہ گرفتار کرلیے گئے ، تو مسٹر شیام سندر چکرورتي اُنکي جگہہ کام کرینگے - وہ بھي گرفتار ہوگئے تو یکے بعد دیگرے فلاں فلاں اصحاب کام ہاتھہ میں لیتے رہینگے -

ھے ںلکہ واقعی انکے دل کی سچی آوار ھے - پس اُنکو گرفتار کرنے کیلئے کسی اھتمام کی صرورت نہیں - صرف اطلاع دیدنا ھی کافی ھے - دوسرے نہ کہ ایسے موقعوں پر طاقت کی نمائش ھی سے گرفتاري کا کام مشکل ھوجاتا ھے - غیر معمولی اھتمام اور پولیس کا ھجوم دیکھکر فوراً پبلک معلوم کرلیتی ھے کہ گرفتاري کیلیے لوگ آئے ھیں ' اور پھر اچانک عوام میں بھی جوش اور سرگرمي پیدا ھوجاتی ھے - اگر ایسا نہ کیا جاے تو گرفتاری کا نروقت کسی کو بھی علم نہو ' اور نہایت آسانی اور تیزي سے کام انجام پا جاے -

چنانچہ مولانا کی گرفتاری کا واقعہ خود اطراف و جوانب کے لوگوں کو بھی اُسوقت معلوم ھوا ' جب شہر میں اسکا اعلان کیا گیا - جاے وقت بہت سے لوگوں نے اُنھیں موٹر کار میں ایک یوروپین کے ساتھہ بیٹھے دیکھا ' لیکن کسی کو بھی نہ خیال نہ ھوا کہ وہ جیل میں جا رھے ھیں - جب وہ موٹر کار میں سوار ھو رھے تھے تو حسب معمول کچھہ دوکاندار اور کچھہ راھگذر سلام کرنے کیلیے جمع ھوگئے ' جیسا کہ وہ ھر روز آنے اور جاتے کیا کرتے تھے ' لیکن اُنھوں نے بھی کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی - فی الحقیقت یہ طریقہ فریقین کیلیے ھر طرح آرام دہ اور بہتر ھے - کاش گورنمنٹ ابتدا سے اسی پر عمل در آمد کرتی تو بہت سی دقتیں اور پریشانیاں نہ اُسے پیش آتیں ' نہ ملک کو -

مولانا کو پہلے پولیس کمشنر کے آفس میں پہنچایا گیا - تقریباً دس منٹ وھاں بیٹھے ھونگے کہ مسٹر سی - آر - داس بھی وھیں بھیجدیے گئے - پھر ایک موٹر کار لائی گئی ' اُسمیں دونوں سوار ھوے - ایک یوروپین پولیس افسر موٹر ڈرائیور کے ساتھہ بیٹھہ گیا - اور موٹر پریسیڈنسی جیل (علی پور) کی طرف روانہ ھوگئی - موٹر کار اُسوقت بھی بالکل کھلی تھی - پریسیڈنسی جیل میں پیشتر سے اطلاع دیدي گئی تھي اور تمام انتظامات مکمل تھے - پولیس افسر نے دونوں صاحبوں کو جیلر سے ملایا ' اور اُسکے حوالے کرکے واپس چلا آیا -

بالکل سنجیدہ اور معمولي انداز میں تھے ' اور جو کچھ ' وہ بھي اپني معمولی متین اور شگفتہ حالت میں تھا - دفتر کے تمام لوگوں کو تو ایسا معلوم ہوا ' گویا وہ اپنے روزانہ معمول کے مطابق کانگرس آفس میں جا رہے ہیں !

ٹھیک اُسی وقت مسٹر کڈ ڈپٹی کمشنر پولیس مع دو تین بنگالی انسپکٹروں کے مسٹر سی - آر - داس کے یہاں گئے - اور اُنھیں اپنے ساتھہ لے آئے -

جو سادہ طریقہ گرفتاری کیلیے اختیار کیا گیا ' وہ بالکل نیا ہے - اس سے پہلے کبھی یہ روش اختیار نہیں کی گئی تھی - کوئی گرفتاری بھی ہمیں یاد نہیں جو بغیر پولیس اور فوج کي نمائش کے عمل میں آئی ہو - خود مولانا کو سنہ ۱۹۱۶ میں جب نظر بند کیا گیا ' تو رات کی پچھلی پہر کا مخصوط وقت اسکے لیے منتخب کیا گیا تھا ' اور ایک فوجی حملہ کی شان سے قوت کی نمائش ہوئي تھی - تین بجے پولیس افسروں اور سپاهیوں کی مسلح جماعت ڈپٹي کمشنر کے ماتحت پہنچی - جسمیں علاوہ سپرنٹنڈنٹ سی - آئي - ڈي کے ' سپرنٹنڈنٹ پولیس' ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ' دو انسپکٹر' اور پانچ سب انسپکٹر بھی تھے - اور سب انسپکٹروں کے سوا سب کے هاتھوں میں ریوالور تھے - سپاهیوں نے پہلے دور تک سڑک کی ناکہ بندي کی' پھر مکان کا محاصرہ کرلیا - اسکے بعد دروازہ پر دستک دی گئي - برخلاف اسکے اس مرتبہ معمولي انتظام بھی نہیں کیا گیا - صرف دو آدمی بلا یونی فارم کے معمولی ملاقاتیوں کی طرح آگئے' اور چپ چاپ اپنے ساتھہ لیگئے - پولیس کی وردي اور فوج کے اسلحہ کا نام و نشان بھی نہ تھا -

مولانا جس مکان میں رہتے ہیں ' وہ علاقہ کے تھانے سے بالکل ملا ہوا ہے - صرف دیوار بیچ میں حائل ہے - لیکن تھانے میں بھی کوئی طیاري نمایاں نہیں کی گئی -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب گورنمنٹ نے کم از کم دو باتیں ضرور سمجھہ لی ہیں جنکے سمجھنے سے اب تک اُسے انکار تھا - اول یہ کہ ملک کے لیڈر جب کہتے ہیں کہ گرفتار ہو جانے کیلیے بالکل طیار ہیں ' تو یہ کوئی ڈپلومیسی نہیں

سے پہلے آنکھ نہ کھلی - سنتری کے فوجی بوٹوں کی آواز سمنٹ کے برامدے میں بڑے زور سے ہورہی تھی - لیکن میری نیند میں ذرا بھی خلل نہ پڑا "

" یہ اطمینان اور بے فکری صرف اسلیئے نہ تھی کہ جیل میں آگیا ' بلکہ اسلیئے تھی کہ کاموں کی تکمیل کیلیئے مجھے اپنی گرفتاری کے ضروری ہونے کا کامل یقین تھا - گرفتار ہونے کے بعد ایسا محسوس ہونے لگا 'گویا ایک بڑے پریشان کن بوجھ سے دماغ ہلکا ہوگیا ہے ! "

پہلے اسی وارڈ میں مولوی عبد الرزاق ایڈیٹر پیغام ' بابو پدم راج جین مسٹر داس کے لڑکے ' اور کئی پولیٹکل قیدی رکھے گئے تھے' لیکن جب یہ دونوں صاحب یہاں لائے گئے تو دوسرے دن صبح ہی سب کو دوسرے وارڈ میں بھیجدیا گیا -

صبح کو کرنیل ہملٹن سپرنٹنڈنٹ اور جیلر وارڈ میں آے - کرنیل ہملٹن اپنی ذات سے ایک شریف سویلین ہیں - معلوم ہوتا تھا کہ حالات کی نوعیت سے وہ متاثر ہیں' اور ایک طرح کی شرمندگی محسوس کررہے ہیں - اگرچہ یہ بات بالکل واضح تھی مگر پھر بھی وہ بار بار کہتے " مجھے اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں - میں صرف احکام کی تعمیل کررہا ہوں - ہم لوگوں کو جیل میں آپ جیسے لوگوں سے کبھی سابقہ نہیں پڑا - میں پریشان ہوں کہ کیا کروں ؟ - آپ کو مجھسے کوئی شکایت نہیں ہونی چاھیے "

جواب میں انسے کہا گیا کہ " درخواست ' خواہش ' شکایت ' ان جذبات سے ہمارے دل بالکل خالی ہوچکے ہیں "

سپرنٹنڈنٹ نے یہ بھی کہا کہ میں صرف یہی ایک صورت اپنے اطمینان کی دیکھتا ہوں کہ آپکو اپنی جگہہ دیدوں اور خود آپکے ان کمروں میں چلا آؤں - مسٹر داس نے کہا " لیکن اگر میں سپرنٹنڈنٹ بنادیا گیا تو فوراً استعفا دیدونگا "

معلوم ہوا کہ ایکے متعلق حکام جیل بلا چیف سکریٹری گورنمنٹ بنگال کے استصواب کے خود کچھہ نہیں کرسکتے - یہ حکم آچکا ہے کہ ان لوگوں کو کسی شخص سے ملنے نہ دیا جاے - حتی کہ عزیز و اقارب سے بھی - اخبارات کے دینے کی بھی قطعی

مولانا نے جیل کے آفس میں مغرب کی نماز پڑھی - نماز کے بعد سپرنٹنڈنٹ سے انہیں ملایا گیا - یہ در اصل سپرنٹنڈنٹ کے سامنے قیدیوں کو حسب قاعدہ پیش کرنا تھا - سپرنٹنڈنٹ نے کہا - میں نے کھانے کیلیے حکم دیدیا ہے - نہیں معلوم اس حکم کا مقصد کیا تھا ؟ کیونکہ اسکا کوئی نتیجہ ظہور میں نہیں آیا - اگر مقصد یہ تھا کہ تمہارے مکان سے کھانا طلب کرلینے کا حکم دیدیا ہے تو باوجودیکہ دونوں صاحبوں کے یہاں ٹیلیفون ہے، لیکن کوئی اطلاع انکے یہاں نہیں دی گئی - اگر مقصود جیل کے کھانے سے تھا تو جس وارڈ میں وہ رکھے گئے، وہاں کوئی انتظام کھانے کا نہ تھا -

اسکے بعد وہ یوروپین وارڈ میں پہنچادیے گئے، جہاں الگ الگ کمروں میں فوراً مقفل کردیا گیا - کمروں پر گورکھا سپاہیوں کا پہرہ تھا -

یہ وارڈ جیل کا بہتر حصہ سمجھا جاتا ہے - اور یہاں صرف اینگلو انڈین اور یوروپین قیدی رکھے جاتے ہیں - یہ دو منزلہ عمارت ہے - اوپر نیچے پانچ پانچ کمرے ہیں - ہر کمرہ دس فیٹ طول و عرض کا ہوگا - ہر کمرہ میں ایک صراحی، تام چینی کا کٹورا، اسٹول، اور ایک ٹیبل ہوتا ہے - سونے کیلیے ٹاٹ کی گدیلی اور دو کالے کمل ہوتے ہیں، جو جیل میں مستعمل ہیں - تکیہ کی جگہہ ٹاٹ کی ایک پتلی اور چھوٹی سی گدیلی سرہانے لگی ہوتی ہے -

مولانا نے بعد کو بیان کیا " ہم لوگ تقریباً سات بجے اپنے اپنے کمروں میں بند کیے گئے - ساڑھے سات بجے میں نے دروازہ کی سلاخوں سے آسمان کو دیکھا تو عشاء کا وقت اچھی طرح آچکا تھا - میں نے عشاء کی نماز پڑھی - دو چار گھونٹ پانی کے پیے اور لیٹ گیا - دو سال کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ مجھے اسقدر جلد اور ایسی گہری نیند آگئی - برسوں سے میری نیند بہت کمزور ہوگئی ہے - آجکل یہ حال تھا کہ گیارہ بارہ بجے لیٹتا تھا - ایک دو گھنٹے کے تکلیف دہ انتظار کے بعد کہیں نیند آتی تھی - وہ بھی اسقدر کمزور کہ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ خلل ڈالدیتی تھی - لیکن اس رات ساڑھے آٹھ بجے لیٹا، اور لیٹتے ہی سوگیا - تین بجے

پہلی پیشی

(۱۳ - دسمبر)

یہ گویا پہلی پیشی تھی - ملزموں کو عدالت کے سامنے نہ جانا پڑا - خود عدالت ملزموں کے دروازے پر آ گئی! انکے کمروں کے سامنے جو برامدا ہے، اُسی میں وارڈر (محافظ وارڈ) کا ٹوٹا ہوا میز بچھایا گیا - اُسی کی ٹوٹی ہوئی کرسی مجسٹریٹ کیلیے رکھی گئی - سامنے ملزموں کیلیے اِسٹول تھے - اس ساز و سامان کے ساتھ عدالت کا اجلاس شروع ہوا -

لیکن کارروائی نہایت ہی مختصر تھی - اور مجسٹریٹ صاحب کی مضطربانہ عجلت اور زیادہ اختصار کا باعث ہوئی - انہوں نے کہا " دفعہ ۱۷ - کے ماتحت آپ لوگ گرفتار کیے گئے ہیں - مقدمہ کی تاریخ ۲۳ - دسمبر قرار دی جاتی ہے " یہ کہکر جلدی سے انہوں نے وارنٹ پر مہر لگانے کیلیے کہا اور اُٹھنے لگے - لیکن بیچارہ پیشکار زیادہ ہوشمند ثابت ہوا - اُس نے کہا کہ ضمانت کیلیے بوجب قاعدہ پوچھ لیجیے - مجسٹریٹ صاحب کو بھی یاد آ گیا کہ واقعی ملزموں کو ضمانت دینے کا بھی حق ہوا کرتا ہے - لیکن اُنہوں نے کہا " یہ حضرات ضمانت نہیں دینگے اسلیے میں نے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا "

آخر میں مسٹر جان نے معذرت کے لہجہ میں کہا کہ وہ اس بارے میں کچھ نہیں جانتے اُنسے یہاں آنے کیلیے کہا گیا، وہ چلے آئے -

۲۳ - تاریخ کے تعین میں یہ مصلحت تھی کہ ۲۴- سے کرسمس کی تعطیل تھی - ۲۳ - کو جب مقدمہ ملتوی کردیا جائیگا تو تعطیل کی وجہ سے ایک ہفتہ خود بخود مہلت نکل آئیگی -

ممانعت ہے - دور رپٹن وارڈ کو " انگلشمیں " دیا جاتا ہے لیکن انکے لیے وہ بھی ممنوع قرار پایا کیونکہ باہر کی خبریں اُس میں بھی درج ہوتی ہیں - صرف بستر اور کھانا لے لیا گیا - اور سپرنٹنڈنٹ نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے آفس سے دو کرسیاں بھجدیں -

(" لا " انڈ " آرڈر ")

" لا انڈ آرڈر " کی جیسی پالیسی آجکل کی جا رہی ہے، وہ ہرجگہ دیکھی جا سکتی ہے - اُنکے معاملہ میں بھی ابتدا سے اسکی نمائش شروع ہوگئی - گرفتاری جمعہ کے دن سہ پہر کو ہوئی - اُس دن کورٹ بند نہ تھا - وارنٹ لیا جاسکتا تھا لیکن کوئی وارنٹ حاصل نہیں کیاگیا - گرفتاری کے بعد حسب قاعدہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا چاہیے، اور جب تک پیش نہ ہوں، پولیس کے چارج میں رہنا چاہیے نہ کہ جیل میں - لیکن انہیں فوراً جیل میں بھیجدیا گیا - جیل میں ظاہر کیا گیا کہ آپ لوگ اسوقت تک گویا جیل میں نہیں ہیں - پولیس کے چارج میں ہیں -

لیکن بہر حال مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ناگزیر تھا - پیش کرنے کیلیے کورٹ میں لیجانا پڑتا اور اسمیں پبلک کے مظاہرہ کا اندیشہ تھا - مجبوراً یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ چوبیس دن مسٹر کڈ ڈپٹی کمشنر پولیس کو بھیجا گیا - اور کہا گیا کہ اسکی موجودگی مجسٹریٹ کی قائم مقامی کا حکم رکھتی ہے - خیال یہ تھا کہ نواں کو اپریشن کی وجہ سے کسی طرح کا قانونی اعتراض نوکیا نہیں جائیگا - مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے اور مقدمہ کی تاریخ مقرر کرنے کی مشکل سے نجات مل جائیگی، لیکن مسٹر داس نے مذاق کرتے ہوے کہدیا کہ " شاید میرے پریکٹس چھوڑنے کے بعد سے قانون بدل گیا ہے " اس سے ایک گونہ پریشانی ہوئی اور خوف پیدا ہوا کہ کہیں کارروائی بالکل بے ضابطہ مشہور نہ ہو جاے - اسلیے مجبوراً تین بجے مسٹر اے - رڈ - خاں فورتھ پریسیڈنسی مجسٹریٹ کو ایک پیشکار کے ساتھ جیل میں بھجدیا گیا اور زیر دفعہ ۱۷ - ۲ - کرمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ وارنٹ، بھی طیار کرلیے گئے -

۱۷ - ۲ - کا تھا - اسلیے ۱۲۴ - کا مقدمہ شروع نہیں ہوسکتا تھا جبتک از سرنو ۱۲۴ - کے ماتحت وارنٹ سرو نہ کیا جاے اور اسکی گرفتاری کا نفاذ نہو - لیکن پچھلے لطیفہ سے بھی بڑھکر لطیفہ یہ ہے کہ ۱۲۴ - الف کے ماتحت کوئی ضابطہ کی کارروائی عمل میں نہیں آئی - نہ تو اُسکا وارنٹ سرو کیا گیا نہ ضابطہ کی گرفتاری ہی کا نفاذ ہوا - باہم ۶ - کو مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر سی - آئی - ڈی نے اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ " اُس نے پریسیڈنسی جیل میں وارنٹ سرو کیا " مولانا اپنے بیان میں لکھتے ہیں " یہ معاملہ بے قاعدگی اور کذب بیانی دونوں کا انتہائی نمونہ ہے - ۶ - تاریخ تک تو مجھے اسکا بھی علم نہ تھا کہ ۱۲۴ - کے ماتحت دعوی کیا جائیگا ؟ وارنٹ کے نفاذ سے کیا تعلق ؟ نہ تو جیل میں کوئی شخص اس غرض سے آیا - نہ مجھپر وارنٹ سرو کیا گیا "

پس گویا ۵ - جنوري سے مولانا ازروے قانون بالکل آزاد تھے اُنکی گرفتاري شام کے بعد کوئی وجود نہیں رکھتی تھی - اگر وہ جیل کے افسروں پر ہرجانے کی نالش کردیں کہ کیوں اُنہیں ۵ - کے بعد جیل میں مقید رکھا گیا ؟ تو وہ کیا جواب دینگے ؟ اللہ یہ سب کچھہ اُسی صورت میں ہے جبکہ " ازروے قانون " کے کوئی معنی ہوں - لیکن دراصل اسي کے کوئی معنے نہیں ہیں !

غرضکہ بجاے ۵ - کے ۶ - جنوري کو ساڑھے گیارہ بجے مولانا پریسیڈنسي کورٹ میں لاے گئے اور اسی نشتي سے کارروائي شروع ہوئی - مولانا جیل کی بند موٹرلاري میں لاے گئے تھے - مسلح فوجی پولیس کا کیپدار محافظ تھا -

دوســـري پيشـــي

—*◌*◌*—

(۲۳ - دسمـــبر)

۲۳ - کو چار بجے پھر مسٹر اے - ريد - خاں بھیجے گئے - لیکن اس مرتبہ سپرنٹنڈنٹ کے آفس میں عدالت کا اجلاس ہوا - میز کے سامنے ملزموں کیلئے بھی کرسیاں رکھدي گئی تھیں' لیکن کارروائی کے اختصار کی وجہ سے بیٹھنے کی ضرورت ھي نہیں ہوئی - کارروائی صرف اسقدر ہوئی کہ مقدمہ ۵ - جنوري پر ملتوي کردیا گیا ' مجسٹریت نے اپني لاعلمی اور بے تعلقی کا بار بار اظہار کیا -

(۵ - جنـــوري)

۵ - جنوري کی پیشی کی کارروائی یہ ھے کہ کوئی کارروائی نہ ہوئی - دس بجے مسٹر سی - آر - داس کو پریسیڈنسی کورٹ جانے کیلئے طلب کیا گیا ' لیکن مولانا کی طلبی نہیں ہوئی -

بعد کو معلوم ہوا کہ گو ابتدا میں مسٹر داس اور اُنکی پیشی کیلئے ایک ھی تاریخ قرار دیدي گئی تھی ' لیکن پھر کسي مصلحت سے مولانا کا مقدمہ ایک دن پیچھے ڈالدیا گیا - عدالت کے قوانین کی رو سے ضروري تھا کہ یہ التوا بھی عدالت کے حکم و تصدیق سے ہوتا - یعنی مجسٹریت کے سامنے پیش کیا جاتا اور پھر کارروائی دوسرے دن کیلیے ملتوي کردي جاتی ' لیکن موجودہ عہد قانون و نظم (لا اینڈ آرڈر) میں ان پابندیوں کے درد سر سے بھی عدالتوں کو نجات ملگئی ھے - نہ توان کو اپریٹر ڈیفنس کرینگے ' نہ بچنا چاہینگے - پھر قواعد وضوابط کی پابندي سے کیا حاصل -

۶ - کی کارروائی سے معلوم ہوگا کہ گورنمنٹ نے دفعہ ۱۷ - ۲ - کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ واپس لے لیا اور کارروائی از سرنو دفعہ ۱۲۴ - الف پینل کوڈ کے ماتحت شروع ہوئی - گرفتاري کے بعد جو وارنٹ [illegible] یا گیا تھا ' وہ دفعہ

مجسٹریٹ (مولانا کو مخاطب کرکے) " آپ رہا کردیے گئے

کورٹ انسپکٹر نے مجسٹریٹ کو بتایا کہ مولانا انگریزی نہیں سمجھتے

مولانا ـــ " میں کچھہ نہیں سمجھتا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں

لیکن مجسٹریٹ نے ایک اُردو مترجم کو بلوایا - بابو بی - سی - چٹرجی

کے سپرد یہ خدمت ہوئی - سرکاری وکیل نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا :

" ملزم کے خلاف موجودہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند ہے -

، انکی اُن دو تقریروں کی بنا پر ہے ' جو انہوں نے پہلی اور ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۲۱

و مرزا پور پارک کلکتہ میں کی تھیں - پہلے جلسہ کا مقصد تین اشخاص : حکیم

لعبد الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صدائے احتجاج

بلند کرنا تھا - اسکے بعد ۱۵ - جولائی کو ملزم نے اسی جگہہ ایک دوسری تقریر کی -

جسمیں مذکورہ بالا اشخاص کی سزا یابی پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے

موجودہ وقت میں حکومت کے متعلق لوگوں کو اُنکا فرض بتایا - یہ تقریریں اُردو شارٹ

ہینڈ میں لی گئی تھیں - اسکے بعد انہیں صاف کرکے انگریزی ترجمہ کرایا گیا - یہ

ترجمہ ابھی آپکے سامنے پیش کیا جائیگا - میں نے خود یہ تقریریں پڑھی ہیں ' اور

اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ تقریریں دفعہ ۱۲۴ - کے ماتحت آتی ہیں -

لیکن خیر ' یہ تو میری راے ہے "

" میں اُن تقریروں کا انگریزی ترجمہ پڑھتا ہوں - فیصلہ یور آنر پر منحصر ہے کہ آیا

اس دفعہ کے ماتحت آتی ہیں یا نہیں ؟ مزید براں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا

ہوں کہ گورنمنٹ نے زیر دفعہ ۱۹۶ - (تعزیرات ہند) اس مقدمہ کیلیے سینکشن

دیدیا ہے ' اور اسکے اثبات کے لیے میں سب سے پہلے مسٹر گولڈی کو پیش کرتا ہوں "

(مسٹـــر گـــولـڈی)

اسکے بعد مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر اسپشل برانچ شہادت کیلیے بلائے گئے -

سرکاری وکیل نے دریافت کیا " کیا ملزم کو گرفتار کرنیکے لیے تمہیں گورنمنٹ آف

بنگال سے کوئی اختیار دیا گیا تھا ؟ "

تیسری پیشی

—:*(۵)*(۵)*:—

(۶ - جنوری کی کارروائی)

۶ - تاریخ کو ساڑھے بارہ بجے مولانا کا مقدمہ مسٹر سویڈہو چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا -

کارروائی شروع ہونیسے پیشتر ہی عدالت کا کمرہ مشتاقان زیارت سے پر ہوچکا تھا ' جس میں ہر قوم کے اشخاص مسلمان ' ہندو ' مارواڑی وغیرہ موجود تھے -

احاطۂ عدالت اور سڑک پر بھی ایک جم غفیر موجود تھا ' اور لوگ جوق جوق چلے آرہے تھے -

جسوقت مولانا کٹھرے میں لائے گئے ' تمام حاضرین مع وکلاء تعظیم کیلیے سرو قد کھڑے ہوگئے -

مولانا نے سب کے سلام کا جواب نہایت ہی خندہ پیشانی کے ساتھہ دیا - اسکے بعد مولانا کٹھرے میں اس انداز سے کھڑے ہوے کہ آپ کا ایک ہاتھہ کٹھرے پر تھا ' اور ہتیلی پر سر تھا - چہرہ پر ایک خفیف سی مسکراہٹ تھی - اور نہایت ہی بے پروائی کے ساتھہ اپنے اِرد گرد کا تماشہ دیکھہ رہے تھے -

کارروائی شروع کرتے ہوے راے بہادر تارک ناتھہ سادھو سرکاری وکیل نے بیان کیا :

" مولانا ابو الکلام آزاد کے خلاف دو مقدمے ہیں - ایک دفعہ ۱۷ - ۲ ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت - دوسرا زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند (بغاوت) چونکہ موخر الذکر جرم نہایت ہی سنگین ہے ' لہذا میں اسکے خلاف قانون ترمیم شدہ ضابطہ فوجداری کے ماتحت کوئی کارروائی کرنا نہیں چاہتا - اور اپنے اس دعوی کو واپس لیتا ہوں ' مولانا اس دفعہ کے ماتحت آزاد ہیں "

یہاں مجسٹریٹ نے مولانا کو مخاطب کرکے کہا " کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکے لیے گواہی کا ترجمہ کرایا جاے ؟ "

جواب میں مولانا نے فرمایا " مجھے کسی ترجمہ کی ضرورت نہیں - ہاں اگر عدالت کو ضرورت ہو تو وہ خود ایسا کرسکتی ہے - "

مجسٹریٹ — " تو کیا آپ انگریزی سمجھتے ہیں ؟ "

مولانا — " نہیں "

مجسٹریٹ — مترجم سے " بہتر ہے کہ تم ترجمہ کرتے جاؤ "

گواہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوے کہا ·

" میں کلکتہ یونیورسیٹی کا تعلیم یافتہ ہوں - تقریباً ۱۸ - مہینہ تک لکھنؤ کرسچن کالج میں رہچکا ہوں - وہاں میں نے اُردو مختصر نویسی میں ایک ایرسرٹیفکٹ اور سند حاصل کی - "

" ۱۶۰ - حرف فی منٹ میری رفتار ہے - میں اُردو سمجھتا ہوں - اُردو مختصر نویسی میں نے لکھنؤ میں سیکھی ہے - "

" یکم جولائی مجھے یاد ہے - اُس روز میں مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں مقرر ہوا تھا - اُردو میں وہاں جو جو تقریریں ہوئیں' انکے میں نے نوٹ لیے تھے - ملزم نے وہاں اُردو میں تقریر کی تھی - اور وہی اس جلسہ کے صدر تھے - "

" حتی الامکاں میں نے بہتر نوٹ لیے ' اور حسب معمول مسٹر گولڈی کمشنر کے پاس بھیج دیا - مسٹر گولڈی نے اسپر ۲۵ - تاریخ کو دستخط کیا - اسکے بعد میں نے اسی تقریر کی نقل اردو لانگ ہینڈ میں لی - اور مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کیا - "

" اسپر مسٹر گولڈی کا ۱۴ - دسمبر سنہ ۲۱ - کا دستخط موجود ہے - "

(بابو باما چرن چٹرجی)

اسکے بعد باما چرن چٹرجی سرکاری مترجم پیش ہوا - اسنے بیان کیا " وہ اردو اور ہندی کا مترجم ہے ' اور الہ آباد یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ ہے "

جواب — " ہاں "

سوال — " کیا ابھی تحریر وہی لیے ؟ یہ کس تاریخوں میں کی گئی تھیں ؟ "

جواب — " ہاں - یکم اور ۱۵ - جولائی سنہ ۱۹۲۱ کو " -

سوال — " کیا یہی سنکشن تمہیں ملا تھا ؟ "

جواب — " ہاں "

سوال — " کیا اسکے ذریعہ سے تمہیں مولانا ابو الکلام آزاد کو گرفتار کرنیکے لیے حکم دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ہاں "

سوال — " کیا اسپر گورنمنٹ آف بنگال کے چیف سکریٹری کا دستخط ثبت ہے ؟ "

جواب — " ہاں - میں انکے دستخط کو پہچانتا ہوں "

سوال — " سنکشن کس تاریخ کو دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ کو "

سوال — " کیا سنکشن ملنے کے بعد تم نے چیف پریسڈنسی مجسٹریٹ کی خدمت میں کوئی درخواست پیش کی تھی ؟ "

جواب — " ہاں "

سوال — " تو پھر کیا تمہیں کوئی وارنٹ ملا ؟ "

جواب — " ہاں - میں نے پریسڈنسی جیل میں سرو کیا "

سوال — " عام طور پر جب تمہیں کسی جلسہ کی اطلاع ملتی ہے تو کیا تم کوئی رپورٹر وہاں بھیجتے ہو ؟ "

جواب — " ہاں "

سوال — " کیا یہی وہ رپورٹ اور اسکی نقل ہے جو تمہیں دکھائی گئی تھی ؟ "

جواب — " ہاں "

(ابو اللیث محمد)

اسکے بعد سرکاری شارٹ ہینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد پیش ہوا - اسنے بیان کیا " میں گورنمنٹ آف بنگال کا شارٹ ہینڈ رپورٹر ہوں

نهي هوا - جيل کے ڈاکٹر نے کہا - ایسی حالت میں انکا عدالت میں جانا نہایت مضر هوگا - سپرنٹنڈنٹ طیار ہے کہ عدالت کو اطلاع دیکر پیشي ملتوی کرادي جاے - لیکن مولانا نے پسند نہیں کیا کہ اُنکي وجہ سے کارروائی میں کسي طرح کا التوا یا تاخیر هو - انہوں نے کہا - جب کارروائي جیل هي کے احاطه میں هوتي ہے تو تھوڑي دیر کیلیے چند قدم چلا جانا کچھہ دشوار نہ هوگا - جیل سے کوئي اطلاع عدالت کو نہ دي جاے -

لیکن تھوڑي دیر کے بعد سپرنٹنڈنٹ جیل مسٹر سویٹھو پریسیڈنسی مجسٹریٹ کي چٹھي لیکر آے جو ۳۰ - کي لکھي هوئی تھي اور اس میں لکھا تھا کہ مولانا کا مقدمہ ۹ - فروري پر ملتوي کردیا گیا -

۵ - جنوري کي کارروائي کے مقابلے میں یہ کارروائی غنیمت تھي - کم از کم اطلاع تو دیدی گئي مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کي چٹھي مجسٹریٹ کی موجودگي اور ملزم کي حاضري کے قائم مقام هوسکتي ہے ؟ اگر جواب اثبات میں هو تو یہ گویا قوانین مسلمۂ عدالت میں ایک نئے قاعدہ کا اضافہ هوگا - هم اسے " ترمیم " بھي کہہ سکتے تھے ' مگر جہانتک معلوم ہے ' سنہ ۱۹۰۸ میں صرف ضابطۂ فوجداري هي کي " ترمیم " هوئي تھي ' ضابطۂ عدالت کي نہیں هوئی تھی !

اب هم پہلے مولانا کا بیان درج کرتے هیں - اُسکے بعد آخري پیشي کي روئداد اور عدالت کا فیصلہ نقل کرینگے - بیان آئندہ صفحہ سے شروع هوتا ہے !

سرکاري وکيل ــــ " پهلي جولائی کي اردو تعريرکو ذرا ديکهو ؟ "

گواه ــــ " مىں نے هى اسکا ترجمه کيا تها - اسپر ميرا دستخط موجود هے مىں نے حتى الامکان اسکا بهتر ترجمه کيا - "

سرکاري وکيل ــــ " دوسري تقرير کو ديکهو جو ۱۵ جولائي کي هے - "

گواه ــــ " مىں نے اسکا بهي صحيح ترجمه کيا هے - "

(انسپکٹر محمد اسمعيل)

اسکے بعد محمد اسمعيل انسپکٹر اسپيشل برانچ بلوانا گيا - اسنے بيان کيا " ميں مرزا پور پارک ميں متعين کيا گيا تها - وهاں مىں نے ملزم کو ديکها - انهوں نے وهاں ايک تقرير کی تهی - ميں نے اردو لانگ هينڈ مىں پهلی جولائی کی تقرير کا نوٹ ليا تها - ملزم اس جلسه کے صدر تهے - اور اسی حيثيت سے تقرير کی تهی - '

سرکاري وکيل ــــ " جلسه کس غرض سے هوا تها ؟ "

گواه ــــ " متعلق خلافت حکيم سعيد الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودهيا پرشاد کی گرفتاري کے متعلق - "

" جلسه ميں تقريباً ۱۲ - هزار آدميونکا مجمع تها - هر قسم کے لوگ جلسه ميں موجود تهے ' ليکن ۵۰ - في صدي مسلمان تهے - مىں نے صحيح نوٹ ليے تهے - انسپکٹر کے - ايس گهوسال اور دوسرے افسر مدد کے همراه تهے - اور يه (مولانا ابو الکلام آزاد) صدر جلسه کي اردو تقرير کا نوٹ هے - اسکے بعد بابو پدچکوری بنرجي نے تقريرکي تهي - "

" بابو پدچکوري بنرجي کي تقرير صدر جلسه کي تقرير کے ساتهه شامل هے - '

" ۱۵ - جولائي کوبهي ميں مرزا پور پارک ميں متعين کيا گيا تها - ميں وهاں گيا تها - ميں نے وهانکي تقريروں کے نوٹ ليے - انسپکٹر مکرجي اور مسٹر کر بهي ميرے همراه تهے - مولوي نجم الدين اور ملزم نے اس جلسه ميں تقريرکي تهي - ميں نے ان تقريرونکا نوٹ لانگ هينڈ ميں ليا - ميں نے تقرير کے صرف انهي حصونکا صحيح نوٹ ليا جنهيں ميں نے ضروري سمجها تها - "

" ميں کلکته يونيورسٹي کا تعليم يافته اور بي - ايس - سي - هوں - ميں اردو سمجهتا هوں - تقريباً ۱۰ - ۱۰ ، ۱۲ - هزار کے درميان جلسه ميں لوگونکا مجمع تها - "

ن کو اپریشن کرتا ھے، تو گویا اعلان کرتا ھے کہ وہ گورنمنٹ کے انصاف اور حق
سندی سے مایوس ھوچکا - وہ اسکی عدم منصف طاقت کے جواز سے منکر ھے، اور
سی لیئے تبدیلی کا خواھشمند ھے - پس جس چیز سے وہ اس درجہ مایوس ھوچکا
تبدیلی کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھتا، اس سے کیونکر امید کرسکتا ھے کہ ایک
منصف اور قابل بقا طاقت کسطرح اسکے ساتھہ انصاف کریگی ؟

اس اصولی حقیقت سے اگر قطع نظر کرلیا جاے، جب بھی موجودہ حالت
میں بریت کی امید رکھنا ایک بے سود زحمت سے زیادہ نہیں ھے - یہ گویا اپنی
معلومات سے انکار ھوگا - گورنمنٹ کے سوا کوئی ذی حواس اس سے انکار نہیں کرسکتا
کہ بحالت موجودہ سرکاری عدالتوں سے انصاف کی کوئی امید نہیں ھے - اسلیے
نہیں کہ وہ ایسے اشخاص سے مرکب ھیں جو انصاف کرنا پسند نہیں کرتے - بلکہ
اسلیے کہ ایسے نظام (سستم) پر مبنی ھیں جنمیں رھکر کوئی مجسٹریٹ ان
ملزموں کے ساتھہ انصاف نہیں کرسکتا، جنکے ساتھہ خود گورنمنٹ انصاف کرنا پسند
نہیں کرتی ھو - صحیح

میں یہاں واضح کردینا چاھتا ھوں کہ " نان کو اپریشن " کا خطاب صرف
گورنمنٹ، گورنمنٹ کے سستم، اور موجودہ حکومتی اور قومی اصولوں سے ھے -
افراد و اشخاص سے نہیں ھے -

(عدالت گاہ نا انصافی کا قدیم ترین ذریعہ ھے)

ھمارے اس دور کے تمام حالات کیطرح یہ حالت بھی نئی نہیں ھے -
تاریخ شاھد ھے کہ جب کبھی حکمراں طاقتوں نے آزادی اور حق کے مقابلہ میں
ھتیار اٹھاے ھیں، تو عدالت گاھوں نے سب سے زیادہ آسان اور بے خطا ھتیار کا کام
دیا ھے - عدالت کا اختیار ایک طاقت ھے، اور وہ انصاف اور نا انصافی، دونوں کے
لیے استعمال کی جاسکتی ھے - منصف گورنمنٹ کے ھاتھہ میں وہ عدل و حق
کا سب سے بہتر ذریعہ ھے لیکن جابر اور مستبد حکومتوں کیلیے اس سے بڑھکر انتقام
اور نا انصافی کا کوئی آلہ بھی نہیں -

مولانا ابوالکلام کا تحریری بیان

——*)[*](*——

الحمد للہ وحدہ

—*▭*▭*—

(عارضی وقفہ)

میرا ارادہ نہ تھا کہ کوئی تقریری یا تحریری بیان یہاں پیش کروں - یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہمارے لئے نہ تو کسی طرح کی اُمید ہے ' نہ طلب ہے ' نہ شکایت ہے - یہ ایک موڑ ہے جس سے گذرے بغیر ہم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے ' اسلئے تھوڑی دیر کیلیے اپنی مرضی کے خلاف یہاں دم لے لینا پڑتا ہے - یہ نہ ہوتی تو ہم سیدھے منزل چلے جاتے -

یہی وجہ ہے کہ گذشتہ دو سال کے اندر میں نے ہمیشہ اسکی مخالفت کی کہ کوئی نان کوا پریٹر کسی طرح کا بھی حصہ عدالت کی کارروائی میں لے - آل انڈیا کانگرس کمیٹی ' سنٹرل خلافت کمیٹی ' اور جمعیۃ العلماء ہند نے اگرچہ اسکی اجازت دیدی ہے کہ پبلک کی واقفیت کیلیے تحریری بیان دیا جاسکتا ہے' لیکن ذاتی طور پر میں لوگوں کو یہی مشورہ دیتا رہا کہ خاموشی کو ترجیح ہے - میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اسلیے بیان دیتا ہے کہ مجرم نہیں ' اگرچہ اسکا مقصد پبلک کی واقفیت ہو' تاہم وہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے - ہوسکتا ہے کہ اپنے بچاؤ کی ایک ہلکی سی خواہش اور سماعت حق کی ایک کمزور سی توقع اسکے اندر کام کر رہی ہو - حالانکہ نان کوا پریشن کی راہ بالکل قطعی اور یک سو ہے - وہ اس بارے میں اشتباہ بھی گوارا نہیں کرسکتی -

(کامل مایوسی ' اسلیے کامل تبدیلی کا عزم)

" نان کوا پریشن " موجودہ حالت سے کامل مایوسی کا نتیجہ ہے' اور اسی مایوسی سے کامل تبدیلی کا عزم پیدا ہوا ہے - ایک شخص جب گورنمنٹ سے

(حمـــد و شکـــر !)

اس جگہہ کی عظیم الشان اور عمیق تاریخ پر جب میں غور کرتا ہوں ' اور دیکھتا ہوں کہ اسی جگہہ کھڑے ہونیکی عزت آج میرے حصہ میں آئی ہے ' تو بے اختیار میری روح خدا کے حمد و شکر میں ڈوب جاتی ہے ' اور صرف وہی جان سکتا ہے کہ میرے دل کے سرور و نشاط کا کیا عالم ہوتا ہے ؟ میں مجرموں کے اس کٹہرے میں محسوس کرتا ہوں کہ پادشاہوں کیلیے قابل رشک ہوں - انکو اپنی خوابگاہ عیش میں وہ خوشی اور راحت کہاں نصیب جس سے میرے دل کا ایک ایک ریشہ معمور ہو رہا ہے ؟ کاش غافل اور نفس پرست انسان اسکی ایک جھلک ہی دیکھہ پاے ! اگر ایسا ہوتا تو میں سچ کہتا ہوں کہ لوگ اس جگہہ کیلیے دعائیں مانگتے !

(میں بیان کیوں دیتا ہوں ؟)

بہر حال میرا ارادہ نہ تھا کہ بیان دوں - لیکن ۹ - جنوری کو جب میرا مقدمہ پیش ہوا ' تو میں نے دیکھا - گورنمنٹ مجھے سزا دلانے کے معاملے میں نہایت عاجز اور پریشان ہو رہی ہے ' حالانکہ میں ایسا شخص ہوں جسکو اسکی خواہش اور خیال کے مطابق سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سزا ملنی چاہیے -

پہلے میرے خلاف دفعہ ۱۷ - ۲ ترمیم ضابطۂ فوجداری کا دعوی کیا گیا تھا - لیکن جب اسکا ویسا ثبوت بہی بہم نہ ہوسکا ' جیسا آجکل اثبات جرم کیلیے کافی تصور کیا جاتا ہے ' تو مجبوراً واپس لے لیگئی - اب ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلایا گیا ہے - لیکن بد قسمتی سے نہ بہی مقصد براری کیلیے کافی نہیں - کیونکہ جو تقریریں ثبوت میں پیش کی گئی ہیں ' وہ آن بہت سی باتوں سے بالکل خالی ہیں جو اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں ہمیشہ کہتا رہا ہوں اور جو شاید گورنمنٹ کیلیے زیادہ کار آمد ہوتیں -

یہ دیکھکر میری راے بدل گئی - میں نے محسوس کیا کہ جو سبب بیان نہ دینے کا تھا ' وہی اب متقاضی ہے کہ خاموش نہ رہوں - اور جس بات کو گورنمنٹ

تاریخ عالم کی سب سے بڑی نا انصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں ہی میں ہوئی ہیں - دنیا کے مقدس بانیان مذہب سے لیکر سائنس کے محققین اور مکتشفین تک ، کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ہے جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ہو - بلا شبہ زمانے کے انقلاب سے عہد قدیم کی بہت سی برائیاں مٹ گئیں - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کی خوفناک رومی عدالتیں اور ازمنۂ متوسطہ (مڈل ایجز) کی پراسرار " انکوزیشن " وجود نہیں رکھتی ، لیکن میں یہ ماننے کیلیے طیار نہیں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے ، ان سے بھی ہمارے زمانے کو نجات ملگئی ہے - وہ عمارتیں ضرور گرادی گئیں جنکے اندر خوفناک اسرار بند تھے ، لیکن ان دلوں کو کون بدل سکتا ہے جو انسانی خود غرضی اور نا انصافی کے خوفناک رازوں کا دفینہ ہیں ؟

(ایک عجیب مگر عظیم الشان جگہ)

عدالت کی نا انصافیوں کی فہرست بڑی ہی طولانی ہے - تاریخ آج تک اسکے ماتم سے فارغ نہ ہوسکی - ہم اسمیں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھہ کھڑے کیے گئے - ہم کو اسمیں سقراط نظر آتا ہے ، جسکو صرف اسلیے زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا - ہم کو اسمیں فلورنس کے فدا کار حقیقت گلیلیو کا نام بھی ملتا ہے ، جو اپنی معلومات و مشاہدات کو اسلیے جھٹلا نہ سکا کہ وقت کی عدالت کے نزدیک انکا اظہار جرم تھا - میں نے حضرت مسیح کو انسان کہا ، کیونکہ میرے اعتقاد میں وہ ایک مقدس انسان تھے جو نیکی اور محبت کا آسمانی پیغام لیکر آئے تھے - لیکن کروڑوں انسانوں کے اعتقاد میں تو وہ اس سے بھی بڑھکر ہیں ؟ تاہم یہ مجرموں کا کٹہرا کیسی عجیب مگر عظیم الشان جگہ ہے ، جہاں سب سے اچھے اور سب سے برے ، دونوں طرح کے آدمی کھڑے کیے جاتے ہیں ؟ اتنی بڑی ہستی کیلیے بھی یہ نا موزوں جگہ نہیں !

اسکا مجرم ہوں ' بلکہ ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اس جرم کی اپنی قوم کے دلوں میں تخم ریزی کی ہے ' اور اسکی آبیاری کیلئے اپنی پوری زندگی وقف کردی ہے - میں مسلمانان ہند میں پہلا شخص ہوں جس نے سنہ ۱۹۱۲ - میں اپنی قوم کو اس جرم کی عام دعوت دی ' اور تین سال کے اندر اس غلامانہ روش سے انکا رخ پھیر دیا جس میں گورنمنٹ کے پر پیچ فریب نے مبتلا کر رکھا تھا - پس اگر گورنمنٹ مجھے اپنے خیال میں مجرم سمجھتی ہے اور اسلیے سزا دلانا چاہتی ہے ' تو میں پوری صاف دلی کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ہے جسکے لیے مجھے شکایت ہو -

میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ فرشتہ کے طرح معصوم ہونے کا دعوی رکھتی ہے کیونکہ اس نے خطاؤں کے اقرار سے ہمیشہ انکار کیا ' لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے مسیح ہونے کا کبھی دعوی نہیں کیا - پھر میں کیوں اُمید کروں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کریگی ؟ وہ تو وہی کریگی جو کررہی ہے ' اور جو ہمیشہ استبداد نے آزادی کے مقابلہ میں کیا ہے - پس یہ ایک ایسا قدرتی معاملہ ہے جسمیں دونوں فریق کیلیے شکوہ و شکایت کا کوئی موقعہ نہیں - دونوں کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاہیے -

(گورنمنٹ بنگال اور میری گرفتاری)

(۲) میں یہ بھی ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ میرا معاملہ جو کچھ تھا ' گورنمنٹ آف انڈیا سے تھا - وہ کسی خاص معین الزام کی بنا پر نہیں بلکہ موجودہ تحریک کی عام مشغولیت کیوجہ سے مجھے گرفتار کرسکتی تھی ' اور جیسا کہ قاعدہ ہے گرفتاری کیلیے کوئی حیلہ پیدا کرلیتی - چنانچہ ملک میں عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ علی برادر[1] سے مجھے زیادہ مہلت دی گئی مگر اب زیادہ عرصہ تک تغافل نہیں کیا جائیگا - لیکن یہ واقعہ ہے کہ گورنمنٹ بنگال کے سامنے اس وقت میرا معاملہ نہ تھا - نہ وہ دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلانا چاہتی تھی - اس دفعہ کے ثبوت میں جو تقریریں پیش کی گئی ہیں ' وہ نصف سال پہلے کلکتہ میں کی گئي ہیں ' اور گورنمنٹ نے مقدمہ کي اجازت ۲۲ - دسمبر کو دي

باوجود جاننے کے دکھلا نہیں سکتی' اسے خود کامل اقرار کے ساتھہ اپنے قلم سے لکھدوں - میں جانتا ھوں کہ قانون عدالت کی رو سے یہ میرے فرائض میں داخل نہیں ھے - میری جانب سے پراسکیوشن کیلیے بھی بہت تربی مدد ھے کہ میں نے ڈیفنس نہیں کیا - لیکن حقیقت کا قانون عدالتی قواعد کی حیلہ جوئیوں کا پابند نہیں ھے - یقیناً یہ سچائی کے خلاف ھوگا کہ ایک بات صرف اسلیے پوشیدہ رکھی جاے کہ مخالف ~~اپنی علطی~~ کیوجہ سے ثابت نہ کرسکا -

(اقــرار " جــرم ")

(۱) ھندوستان کی موجودہ بیوروکریسی ایک ویسا ھی حاکمانہ اقتدار ھے جیسا اقتدار ملک و قوم کی کمزوری کی وجہ سے ھمیشہ طاقتور انسان حاصل کرتے رھے ھیں - قدرتی طور پر یہ اقتدار قومی بیداری کے نشو و نما اور آزادی و انصاف کی جد و جہد کو مبغوض رکھتا ھے - کیونکہ اِسکا لازمی نتیجہ اُسکی غیر منصفانہ طاقت کا زوال ھے' اور کوئی وجود اپنا زوال پسند نہیں کرسکتا اگرچہ از روے انصاف کتنا ھی ضروری ھو - یہ گویا تنازع للبقاء (Struggle for Existance) کی ایک جنگ ھوتی ھے جسمیں دونوں فریق اپنے اپنے فوائد کیلیے جد و جہد کرتے ھیں - قومی بیداری چاھتی ھے کہ اپنا حق حاصل کرے - قابض طاقت چاھتی ھے کہ اپنی جگہہ سے نہ ھٹے - کہا جاسکتا ھے کہ پہلے فریق کیطرح آخر الذکر بھی قابل ملامت نہیں - کیونکہ وہ بھی اپنے بچاؤ کے لیے ھاتھہ پاؤں مارتا ھے - یہ دوسری بات ھے کہ اسکا وجود انصاف کے خلاف واقع ھوا ھو - ھم طبیعت کی مقتضیات سے تو انکار نہیں کرسکتے ؟ یہ واقعہ ھے کہ دنیا میں نیکی کی طرح برائی بھی زندہ رھنا چاھتی ھے - وہ خودکتنی ھی قابل ملامت ھو' لیکن زندگی کی خواھش ~~کو~~ قابل ملامت نہیں ھے -

ھندوستان میں بھی یہ مقابلہ شروع ھوگیا ھے - اسلیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ھے اگر بیورو کریسی کے نزدیک آزادی اور حق طلبی کی جد و جہد جرم ھو' اور وہ اُن لوگوں کو سخت سزاؤں کا مستحق خیال کرے جو انصاف کے نام سے اسکی غیر منصفانہ ھستی کے خلاف جنگ کر رھے ھیں - میں اقرار کرتا ھوں کہ میں نہ صرف

اور بنگال پر اونشنل خلافت کمیٹی کے کاموں کی دیکھہ بھال کرکے پھر باہر چلا گیا - وسط نومبر سے بھی میں سفر میں تھا - ۱۶ کو کلکتہ سے روانہ ہوا تا کہ جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس لاہور میں شریک ہوں - وہاں مہاتما گاندھی کے تار سے بمبئی کی شورش کا حال معلوم ہوا اور میں بمبئی چلا گیا - جنوری تک میرا ارادہ واپسی نہ تھا - کیونکہ ۱۰ - دسمبر کو جمعیۃ العلماء کا اسپیشل اجلاس بدایوں میں تھا - میں شرکت ضروری تھی - اسکے علاوہ مجھے تمام وقت انگورہ فنڈ کی فراہمی میں صرف کرنا تھا - لیکن بکایک گورنمنٹ بنگال کے دارو گیر و تشدد اور ۱۸ - کے کمیونک کی اطلاع بمبئی میں ملی ' اور میرے لیے ناممکن ہوگیا کہ ایسی حالت میں کلکتہ سے باہر رہوں - میں نے مہاتما گاندھی سے مشورہ کیا - اُنکی بھی یہی راے ہوئی کہ مجھے تمام پروگرام ملتوی کرکے کلکتہ چلا جانا چاہیے - زیادہ خیال ہمیں اس بات کا تھا کہ کہیں ایسا نہو - گورنمنٹ کا جبر و تشدد لوگوں کو بے قابو کردے اور کوئی بات صبر و ضبط کے خلاف کر بیٹھیں - علی الخصوص جبکہ " سول گارڈ " کے قیام کی خبریں بھی آچکی تھیں' اور اس بارے میں ہمیں کوئی (نہیں) غلطی ہوسکتی تھی کہ یہ نئی اسلحہ بندی کن شریفانہ اور پر امن اغراض کیلیے وجود میں آئی ہے ؟

میں پہلی دسمبر کو کلکتہ پہنچا - میں نے ظلم اور برداشت ' دونوں کے انتہائی مناظر اپنے سامنے پاے !

میں نے دیکھا کہ ۱۷ - نومبر کی یادگار ہڑتال سے بے بس ہوکر گورنمنٹ اس آدمی کی طرح ہوگئی ہے جو جوش اور غصہ میں آپے سے باہر ہو جاے ' اور ضبط و عصب کی کوئی حرکت بھی اُس سے بعید نہو - سنہ ۱۹۰۸ کے کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت قومی رضا کاروں کی تمام جماعتیں " مجمع خلاف قانون " (ان لافل) قرار دیدی گئی ہیں ' پبلک اجتماعات یکقلم روک دیے ہیں ' قانون صرف پولیس کی مرضی کا نام ہے ' وہ " ان لافل جماعت " کی تفتیش اور شبہ میں جو چاہے کرسکتی ہے - حتی کہ راہ چلتوں کی جان و آبرو بھی محفوظ نہیں

ہے- یعنی میری گرفتاری سے بارہ دن بعد - اگر فی الواقع ان تقریروں میں سڈیشن تھا ' تو کیوں مجھے چھہ ماہ تک گرفتار نہیں کیا گیا ؟ اور اب گرفتار کیا بھی تو گرفتاری کے بارہ دن بعد ؟ ہر شخص ان دو واقعات سے صاف صاف سمجھہ لے سکتا ہے کہ صورت حال کیا ہے ؟ خصوصاً جب یہ دوسرا واقعہ بھی بڑھا دیا جائے کہ ابتدا میں جو دفعہ ظاہر کی گئی ' وہ ۱۲۴ - الف تھی - ۱۷ - ترمیم ضابطۂ فوجداری تھی - پچیس دن کے بعد مجھسے کہا جاتا ہے کہ وہ واپس لے لیگئی ہے !

(گرفتاری کا اصلی باعث)

حقیقت یہ ہے کہ میری گرفتاری میں اس دفعہ کو کوئی دخل نہیں - یہ قطعی ہے کہ مجھے اُنھی حالات کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا جو ۱۷ - نومبر کے بعد رو نما ہوے ہیں ' اگر میں پہلی دسمبر کو کلکتہ نہ آتا ' یا ۱۰ - دسمبر سے پہلے باہر چلا جاتا - جسکی جلسۂ جمعیۃ العلماء بدایوں کی وجہ سے توقع تھی ' تو گورنمنٹ بنگال مجھسے کوئی تعرض نہ کرتی -

۱۷ - نومبر کے بعد دنیا کی تمام چیزوں میں سے جو چاہی جاسکتی ہیں ' وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ ۲۴ - نومبر کو جب پرنس کلکتہ پہنچیں تو ہڑتال نہو ' اور جو جابرانہ بے وقوفی ترمیم ضابطہ فوجداری سنہ ۱۹۰۸ کے نفاذ میں ہوگئی ہے ' وہ ایک دن کیلئے بھی قبول کرلی جائے - وہ خیال کرتی تھی کہ میری اور مسٹر سی - آر- داس کی موجودگی اس میں حارج ہے ' اسلئے کچھہ عرصہ کے تذبذب اور غور و فکر کے بعد ہم دونوں گرفتار کرلیے گئے - گرفتاری بلا وارنٹ کے ہوئی تھی ' لیکن جب دوسرے دن ضابطہ کی نمائش پوری کرنے کیلئے مجسٹریٹ جیل میں بھیجا گیا ' تو مسٹر داس کی طرح میری گرفتاری کیلئے بھی دفعہ ۱۷ - ۲ - ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت وارنٹ پیش کیا گیا -

میں گذشتہ دو سال کے اندر بہت کم کلکتہ میں رہسکا ہوں - میرا تمام وقت زیادہ تر تحریک خلافت کی مرکزی مشغولیت میں صرف ہوا - یا ملک کے پیہم دوروں میں - اکثر ایسا ہوا کہ مہینے دو مہینے کے بعد چند دنوں کیلیے کلکتہ آیا

میدان چھوڑ رہا تھا - میرا دل خوشی سے معمور ہے کہ کلکتہ اور بنگال نے میری توقعات پوری کردیں - وہ پہلے حسبِ دستور پیچھے تھا - لیکن آج سب سے آگے ہے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس کامیابی کیلئے گورنمنٹ کی امداد کا ہمیں پوری طرح اعتراف کرنا چاہئے - اگر وہ ۱۷ - نومبر کے بعد یہ طرز عمل اختیار نہ کرتی' تو فی الواقع ہمارے لئے آئندہ کاموں کے انتخاب میں چند در چند مشکلات تھیں - ۲۲ - کو کمیٹی میں انہی مشکلات پر باہم غور و خوض کررہے تھے -

(دو حقیقتیں)

حقیقت یہ ہے کہ اِن گذشتہ ایام نے یہ تک وقت دونوں حقیقتیں صفحات تاریخ کیلئے مہیا کردیں - اگر ایک طرف گورنمنٹ کے چہرے سے اِدعا و نمائش کے تمام نقاب دور ہوگئے' تو دوسری طرف ملکی طاقت بھی ایک سخت آزمائش میں پڑکر پوری طرح نمایاں ہوگئی - دنیا نے دیکھ لیا کہ اگر گورنمنٹ ہر طرح جبر و تشدد میں بالکل بے حجاب اور بے لگام ہے' تو ملک میں بھی صبر برداشت کی طاقت روز افزوں نشو و نما پا رہی ہے - جیسا کہ ہمیشہ انکار کیا گیا ہے' آج بھی اس کا موقعہ حاصل ہے کہ انکار کردیا جائے' لیکن کل تاریخ کیلئے یہ ایک نہایت ہی عبرت انگیز داستان ہوگی - یہ مستقبل کی رہنمائی کریگی کیونکر اخلاقی مدافعت مادی طاقت کے جارحانہ گھمنڈ کو شکست دیسکتی ہے ؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صرف برداشت اور قربانی کے ذریعہ خونریز اسلحہ کا مقابلہ کیا جائے ؟ البتہ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں فریقوں میں سے کس فریق نے اندر اس بڑے انسان کی تعلیم تلاش کی جائے جو برائی کے مقابلہ میں صبر و عفو کی تعلیم لیکر آیا تھا ؟ گورنمنٹ میں یا ملک میں ؟ میں خیال کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کرسی کے حکام اسکے نام سے ناواقف نہ ہونگے - اُسکا نام " مسیح " تھا -

(گورنمنٹ کا فیصلہ اور شکست)

(۳) فلسفۂ تاریخ ہمیں بتلاتا ہے کہ نادانی اور نا عاقبت اندیشی ہمیشہ زوال پذیر طاقتوں کی رفیق ہوتی ہے - گورنمنٹ نے خیال کیا کہ وہ جبر و تشدد

گورنمنٹ نے پہلے ۱۸ - نومبر کے کمیونک میں صرف سابق و موجودہ رضاکار جماعتوں کا ذکر کیا تھا ' لیکن ۲۴ - کو دوسرا کمیونک جاری کرکے تمام آئندہ جماعتیں بھی خلاف قانون قرار دیدیں' اور پولیس نے بلا امتیاز ہر شخص کو جو اُسکے سامنے آگیا ' گرفتار کرنا شروع کردیا - کوئی بات بھی جس سے ۲۴ - کی ہڑتال کے رکنے کا امکان ہو' پولیس اور پولیس سے بھی زیادہ " شریف قوم " سول گارڈ کیلئے ناجائز نہیں - سول گارڈ گویا قومی رضا کاروں کا جواب ہے - وہ بالکل نہتے ہوتے پر بھی " جبر و تشدد " سے ہڑتال کرادیتے تھے - یہ ریوالور سے مسلح ہوتے پر بھی " امن و صلح " کے ذریعہ ہڑتال روکدینگے !

اسکے مقابلہ میں لوگوں نے بھی برداشت اور استقامت ' دونوں کا گویا آخری عہد کرلیا ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اپنی راہ سے ہٹینگے - نہ تشدد کا مقابلہ کرینگے !

ان حالات میں میرے لیے غرض کی راہ بالکل صاف اور یکسو تھی - میں نے اپنے سامنے دو حقیقتیں بے نقاب دیکھیں ایک یہ کہ گورنمنٹ کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے - اسلیے عدم و شکست کا پہلا فیصلہ یہیں ہوگا دوسری یہ کہ ہم کل تک پوری آزادی کیلیے جد و جہد کر رہے تھے - لیکن موجودہ حالت نے بتلا دیا کہ ہماری آزادی کی مبادیات تک محفوظ نہیں ہیں - آزادی تقریر اور آزادی اجتماع انسان کے پیدائشی حقوق ہیں - انکی پامالی مشہور فلاسفر مل کی زبان میں " انسانیت کے قتل عام سے کچھ ہی کم " کہی جاسکتی ہے ' لیکن یہ پامالی* بلا کسی جھجک کے علانیہ ہو رہی ہے - پس میں نے باہر کا تمام پروگرام منسوخ کردیا ' اور فیصلہ کرلیا کہ آسوقت تک کلکتہ ہی میں رہونگا جب تک دونوں میں سے کوئی ایک بات ظہور میں نہ آجاے یا گورنمنٹ اپنا کمیونک اور آرڈر واپس لیلے یا مجھے گرفتار کرلے -

گورنمنٹ نے ۱۰ - دسمبر کو مجھے گرفتار کرلیا - میں پورے اطمینان اور مسرت کے ساتھ جیل کی طرف روانہ ہوا - کیونکہ میں اپنے پیچھے ایک متحدہ

شریفانہ کام کیلیے مستعد رہتا ہے' اور ضرورت کو کبھی مایوس نہیں کرتا پس اس طرح نہ ہزار رحمت دفعہ ۱۲۴ - الف کا دعوی طیار ہوگیا

(احتمـــاع صـــدین)

(۴) یہ پریشانی گورنمنٹ کو خود اسی کی منافقانہ روش کی وجہ سے پیش آرہی ہے - ایک طرف وہ چاہتی ہے کہ شخصی حکمرانوں کی طرح بے دریغ جبر و تشدد کرے - دوسری طرف چاہتی ہے کہ نمائشی قانون و عدالت کی آڑ بھی قائم رہے - یہ دونوں باتیں متضاد ہیں - جمع نہیں ہوسکتیں - نتیجہ یہ ہے کہ اسکی پریشانی و درماندگی روز بروز بڑھتی جاتی ہے - جو لوگ اسکے خیال میں سب سے زیادہ مستحق تعزیر ہیں' انہی کو سزا دلانا اسکے لیے مشکل ہوگیا ہے - ابھی چند ہی مہینے گزرے ہیں کہ ہم کراچی میں گورنمنٹ کی سراسیمگی و درماندگی کا نہایت عبرت انگیز تماشا دیکھہ رہے تھے - جو سرکاری استغاثہ اس دعوی اور اہتمام کے ساتھہ شروع کیا گیا تھا' اس سے خود گورنمنٹ کی پسندیدہ اور انتخاب کردہ جیوری بھی اتفاق نہ کرسکی !

لطف یہ ہے کہ یہ مشکلات گورنمنٹ کو ایسی حالت میں پیش آرہی ہیں جبکہ وہ جانتی ہے کہ نان کو اپریٹرر کی جانب سے ڈیفنس نہیں کیا جائیگا' اور سخت سے سخت غلط بیانی اور قانون شکنی کی حالت میں بھی پردہ دری اور شکست کا کوئی کھٹکا نہیں ہے -

(نئی قانونی تشریحات)

گورنمنٹ نے اس اطمینان سے پوری طرح کام لینے میں کوئی کوتاہی بھی نہیں کی ہے - نان کو اپریٹرر کے مقدمات آجکل جسطرح چکاے جا رہے ہیں' اس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ " لا " اور " آرڈر " کے معنی بیورو کریٹک اصطلاح میں کیا ہیں ؟ " لا " اور " آرڈر " کی طرح اب دعوی' ثبوت' شہادت' تشخیص' (آئی - ڈینٹی فائی) وغیرہ تمام عدالتی مصطلحات کے معانی میں بھی انقلاب ہوگیا ہے - گویا نان کو اپریٹرز کو جلد سزا دیدینے کیلیے ہر طرح کی بے قاعدگی اور

سے تحریک خلافت و سوراج کو پامال کردیگی ' اور ۲۴ - کی ہڑتال رک جائیگی -
اس نے والنٹیرکوروں کو خلاف قانون قرار دیا ' اور بلا امتیاز تمام کارکن گرفتار کرلیے گئے -
وہ سمجھتی تھی کہ والنٹیروں کی ممانعت اور کارکنوں کی گرفتاری کے بعد خلافت
اور کانگریس کا نظام معطل ہو جائیگا ' اور اس طرح خود بخود ہڑتال رک جائیگی -
لیکن بہت جلد گورنمنٹ کو معلوم ہوگیا کہ جبر و تشدد جب قومی بیداری کے
مقابلہ میں نمایاں ہو ' تو وہ کوئی مہلک چیز نہیں ہوتی - نہ تو ہڑتال رک سکی '
نہ خلافت اور کانگریس کمیٹیاں معطل ہوئیں ' اور نہ والنٹیروں کا کام ایک دن کیلیے
بھی بند ہوا ' بلکہ ہماری عدم موجودگی میں یہ ساری چیزیں زیادہ طاقتور اور غیر
مسخر ہوگئیں - میں نے ۸ - دسمبر کو جو پیغام ملک کے نام لکھا تھا ' اسمیں
گورنمنٹ بنگال کیلیے بھی یہ پیغام تھا " میری اور مسٹر سی - آر - داس کی
گرفتاری کے بعد کام زیادہ طاقت اور مستعدی کے ساتھ جاری رہیگا ' اور ۲۴ -
کو ہڑتال اس سے زیادہ مکمل ہوگی ' جسقدر ہماری موجودگی میں ہوسکتی تھی "
چنانچہ ایسا ہی ہوا - گورنمنٹ خود اپنے پسند کیے ہوے میدان میں ہار گئی -
اب وہ اپنی سرمندگی چھپانے کیلیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے ' اور جن لوگوں کو گرفتار
کرچکی ہے ' انھیں کسی نہ کسی طرح سزا دلانا چاہتی ہے - لیکن یہ بالکل بے سود
ہے - طاقتور آدمی کو شکست کے بعد زیادہ غصہ آتا ہے ' لیکن کوئی شکست اس
لیے فتح نہیں بن جاسکتی کہ ہم بہت زیادہ جھنجلا سکتے ہیں !

(دفعہ ۱۲۴ - الف)

غرضکہ میری گرفتاری صریح طور پر انہی واقعات کا نتیجہ ہے ' اور اسی لیے
دو ہفتہ تک میرے خلاف دفعہ ۱۷ - ترمیم ضابطہ فوجداری ہی کا دعوی قائم
رہا ' لیکن جب اس بارے میں کوئی سہارا نہ ملا تو میرے پریس اور مکان کی
تلاشی لیگئی - تاکہ میری کوئی تحریر حاصل کرکے نیا مقدمہ قرار دیا جائے -
جب وہاں سے بھی کوئی مواد ہاتھ نہ آیا ' تو مجبوراً سی - آئی - ڈی
کے محفوظ ذخیرہ کی طرف توجہ کی گئی - یہ ذخیرہ ہمیشہ اس

(مدعی تفریریں)

(۵) پراسیکیوشن کی جانب سے مدعی دو تقریریں ثبوت میں پیش کیگئی ہیں' جو میں نے پہلی اور پندرھویں جولائی کو مرزا پور پارک کے جلسے میں کی تھیں - اُس زمانہ میں گورنمنٹ بنگال نے گرونداروں کیطرف پہلا قدم اُٹھایا تھا اور چار متعلقین خلاف پر مقدمہ چلا کر سزائیں دلائی تھیں - میں اُس وقت سفر سے بیمار واپس آیا تھا - میں نے دیکھا کہ لوگوں میں بے حد جوش پھیلا ہوا ہے ' اور ہر طرح کے مظاہرے کیلئے لوگ بیقرار ہیں - چونکہ میرے خیال میں گرونداروں پر مظاہرہ کرنا نواں کو اپریشن کے اُصول کے خلاف تھا ' اسلیے میں نے ہڑتال اور جلوس تک قلم روکدیے - اس پر عوام کو شکایت ہوئی ' تو میں نے یہ جلسے منعقد کیے ' اور لوگوں کو صبر و تحمل کی نصیحت کرتے ہوے سمجھایا کہ نان وائلنس نان کو اپریشن کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ گرونداروں پر صبر و سکون کے خلاف کوئی بات نہ کی جاے - اگر فی الواقع ان گرونداروں کا تمہارے دل میں درد ہے تو چاھیے کہ اصلی کام کرو ' اور بدیشی کپڑا ترک کرکے دیسی گاڑھا پہن لو -

اِستغاثہ نے جو نقل پیش کی ہے ' وہ نہایت ناقص ' غلط ' اور مسخ شدہ صورت ہے ' اور محض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معنی جملوں کا مجموعہ ہے ' جیسا کہ اسکے پڑھنے سے ہر شخص سمجھہ لے سکتا ہے - تاہم میں اسکے غلط اور بے ربط جملوں کو چھوڑ کر (کیونکہ اسکے اعتراف سے میرا ادبی ذوق اِبا کرتا ہے) باقی وہ تمام حصہ تسلیم کرلیتا ہوں جسمیں گورنمنٹ کی نسبت خیالات کا اظہار ہے ' یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد کی اپیل کی گئی ہے -

اِستغاثہ کی جانب سے صرف تقریریں پیش کردی گئی ہیں - یہ نہیں بتلایا ہے کہ ایکے کن جملوں کو وہ ثبوت میں پیش کرنا چاھتا ہے ؟ یا اسکے خیال میں " مائی ڈیر برادرز " سے لیکر آخر تک سب ۱۲۴ - الف ہے ؟ میں نے بھی دریافت نہیں کیا - کیونکہ دونوں صورتیں میرے لیے یکساں ہیں - تاہم ان نقول کو دیکھتا ہوں تو اِستغاثہ کے خیال کے مطابق زیادہ سے زیادہ قابل ذکر جملے حسب ذیل ہیں

قانون شکنی جائز ہے - حتی کہ اس بات کی بھی تحقیق ضروری نہیں کہ جس انسان کے ملزم ہونے کا دعوی کیا گیا ہے، کٹہرے کا ملزم وہی آدمی ہے بھی یا نہیں ؟ ابھی اِسی ہفتہ جوڑا بگان کی عدالت سے ایک شخص " عبد الرحمن ہاشم " کو اس پر دور قانونی اور منطقی ثبوت پر چھ ماہ کی سزا دیدیگئی ہے کہ " اعظم ہاشم " نامی ایک خلاف والنٹیر دستہ میں وجود رکھتا ہے ' اور دونوں کے نام میں لفظ " ہاشم " مشترک ہے ! خود میرے مقدمہ میں جو صریح بے ضابطگیاں کی گئی ہیں' انکا ذکر لا حاصل سمجھکر نہیں کرنا چاہتا ' ورنہ وہی اس حقیقت کے انکشاف کیلیے کافی ہیں - مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ کا ذکر کرونگا جو بے قاعدگی اور غلط بنائی' دونوں کا مجموعہ ہے - مجھے دفعہ ۱۷ - ترمیم ضابطۂ فوجداری سے بری کردیا گیا اور ۱۲۴ - الف کے ماتحت وارنٹ حاصل کیا گیا - قاعدہ کی رو سے رہائی اور از سر نو گرفتاری ' دونوں باتیں وقوع میں آنی چاہیئے تھیں - لیکن یہ واقعہ ہے کہ ۱۲۴ - کا کوئی وارنٹ مجھپر تعمیل نہیں کیا گیا - حتی کہ ۹ - جنوری تک مجھے اسکا علم بھی نہیں ہوا - لیکن میرے سامنے مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر پولیس نے یہ حلفیہ شہادت دی ہے کہ اس نے پریسیڈنسی جیل میں مجھپر وارنٹ سرو کیا ہے !

یہ سچ ہے کہ ناں کو اپریٹر کسی طرح کا ڈیفنس نہیں کرے ' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ آدمی اپنے تمام کپڑے اُتار ڈالے - اسلیے کہ شریف آدمی آنکھیں بند کرلینگے - شریف آدمیوں نے تو سچ مچ آنکھیں بند کرلی ہیں ' لیکن دنیا کی آنکھیں بند نہیں ہیں !

(قانون کا ڈراما !)

فی الحقیقت " لا " اور " آرڈر " کا ایک ڈراما کھیلا جا رہا ہے جسے ہم کامیڈی اور ٹریجڈی ' دونوں کہہ سکتے ہیں -

وہ تماشہ کی طرح مضحک بھی ہے اور مقتل کی طرح درد انگیز بھی - لیکن میں ٹریجڈی کہنا زیادہ پسند کرونگا - حسن اتفاق سے اسکا چیف ایکٹر انگلستان کا سابق چیف جسٹس ہے !

" اگر تم صرف چند گھڑیوں کیلیے گورنمنٹ کو حیران کرنا چاھتے ھو' تو اُسکے لیے میرے پاس بہت سے نسخے ھیں - اگر خدا نخواستہ میں اِس گورنمنٹ کا استحکام چاھتا' تو وہ نسخے بتلادیتا . . . . (لیکن) میں تو نئی جنگ چاھتا ھوں (جو) ایک ھی دن میں ختم نہ ھو جاے' بلکہ فیصلہ کے آخری دن تک (جاری رھے) اور جب فیصلہ کی گھڑی آجائے' تو پھر یا تو یہ گورنمنٹ باقی نہ رھے' یا بیس کروڑ (انسان) باقی نہ رھیں "

جو الفاظ بریکٹ کے اندر ھیں' وہ تحریر کی پیش کردہ کاپیوں میں نہیں ھیں لیکن عبارت کے با معنی ھونے کیلئے ضروری ھیں - میں نے اسلئے تصحیح کردی کہ پراسیکیوشن کو استدلال میں مدد ملے - اگر اسکے مقصد کیلئے پوری تقریر کی تصحیح و تکمیل ضروری ھو' تو میں اسی طرح کردینے کیلئے تیار ھوں -

ان کے علاوہ دونوں تقریروں میں لوگوں کو نان کواپریشن کی دعوت دی ھے' مطالبات خلافت اور سوراج کو دھرایا ھے' پنجاب کے مظالم کو وحشیانہ کہا ھے' لوگوں کو بتلایا ھے کہ جو گورنمنٹ جلیانوالا باغ امرتسر میں چند منٹوں کے اندر سینکڑوں انسانوں کو قتل کرڈالے اور اسکو جائز فعل بتلاے' اس سے نا انصافی کی کوئی بات بھی بعید نہیں -

(اقــرار)

" (۹) میں اقرار کرتا ھوں کہ میں نے نہ صرف ابھی دو موقعوں پر بلکہ گذشتہ دو سال کے اندر اپنی بے شمار تقریروں میں نہ' اور اسی مطلب کے لیے اس سے زیادہ واضح اور قطعی جملے کہے ھیں - ایسا کہنا میرے اعتقاد میں میرا فرض ھے - میں فرض کی تعمیل سے اسلئے باز نہیں رہسکتا کہ وہ ۱۲۴ - الف - کا جرم قرار دیا جائیگا - میں اب بھی ایسا ھی کہنا چاھتا ھوں' اور جب تک بول سکتا ھوں' ایسا ھی کہتا رھونگا - اگر میں ایسا نہ کہوں تو اپنے آپ کو خدا اور اسکے بندوں کے آگے بدترین گناہ کا مرتکب سمجھوں -

" ایسی گورنمنٹ ظالم ہے - جو گورنمنٹ نا انصافی کے ساتھ قائم ہو، ایسی گورنمنٹ کو یا تو انصاف کے آگے جھکنا چاہیے یا دنیا سے مٹا دینا چاہیے "

" اگر فی الحقیقت تمہارے دلوں میں اپنے گرفتار بھائیوں کا درد ہے، تو تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ آج سوچ لے - کیا وہ اس بات کیلئے راضی ہے کہ جس جابرانہ قوت نے انہیں گرفتار کیا ہے، وہ اس بر اعظم میں اُسی طرح قائم رہے جس طرح اُن کی گرفتاری کے وقت تھی ؟ "

" اگر تم ملک کو آزاد کرانا چاہتے ہو، تو اسکا راستہ یہ ہے کہ جن چالاک دشمنوں کے پاس خونریزی کا بے شمار سامان موجود ہے، اُنہیں رائی برابر بھی اُسکے استعمال کا موقعہ نہ دو - اور کامل امن و برداشت کے ساتھ کام کرو . . . . .

. . . . بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تقریروں میں کوئی ایسی بات کہی جاتی ہے تو اُس سے مقرر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے بچاؤ کا سامان کرلے، ورنہ اُسکی دلی خواہش یہ نہیں ہوتی - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ آج تمہارے لئے کام کر رہے ہیں، تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ ماننے کیلئے طیار نہ ہوگا کہ وہ جیل جانے یا نظربند ہونے سے ڈرتے ہیں - (پس) اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ امن و نظم کے ساتھ کام کرنا چاہیے، تو اسکا مطلب یہ نہیں (ہوسکتا) کہ اس ظالمانہ گورنمنٹ (کے ساتھ) وفاداری کرنی چاہتے ہیں - جو گورنمنٹ، اُسکی طاقت، اور (اُسکا) تخت آج دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے، یقیناً وہ اس گورنمنٹ کے وفادار نہیں ہوسکتے "
اِسکے بعد میں نے کہا ہوگا، مگر کاپی میں نہیں ہے " وہ تو صرف اسلیے یہ کہتے ہیں کہ خود تمہاری کامیابی نا امن رہنے پر موقوف ہے - تمہارے پاس وہ شیطانی ہتھیار نہیں ہیں، جن سے یہ گورنمنٹ مسلح ہے - تمہارے پاس صرف ایمان ہے، دل ہے، قربانی کی طاقت ہے - تم اِنہی طاقتوں سے (اصل میں " ہتھیاروں سے " ہوگا) کام لو - اگر تم چاہو کہ اُسلحہ کے ذریعہ فتح کرو، تو تم نہیں کرسکتے - آج امن وسکون سے بڑھکر (تمہارے لیے) کوئی چیز نہیں " -

محکوم بنائے - محکومی اور غلامی کیلیے کیسے ہی خوشنما نام کیوں نہ رکھہ لیے جائیں' لیکن وہ غلامی ہی ہے ' اور خدا کی مرضی اور اسکے قانون کے خلاف ہے - پس میں موجودہ گورنمنٹ کو جائز حکومت تسلیم نہیں کرتا' اور اپنا ملکی' مذہبی اور انسانی فرض سمجھتا ہوں کہ اس کی محکومی سے ملک وقوم کو نجات دلاؤں -

"اصلاحات" اور "بتدریج توسیع اختیارات" کا مشہور مغالطہ میرے اس صاف اور قطعی اعتقاد میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرسکتا - آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے ' اور کسی انسان کو اختیار نہیں کہ حقوق کی ادائگی میں حد بندی اور تقسیم کرے - یہ کہنا کہ کسی قوم کو اُسکی آزادی بتدریج ملنی چاہیے ' ٹھیک ایسی ہی ہے جیسے کہا جائے کہ مالک کو اُسکی جائداد اور قرضدار کو اُسکا قرض ٹکڑے ٹکڑے کرکے دینا چاہیے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر مقروض سے ایک ہی دفعہ قرض واپس نہ ملسکے تو قرضدار کو یہی کرنا پڑیگا کہ قسط کی صورت میں وصول کرے - لیکن یہ ایک مجبوری کا سمجھوتا ہوگا - اس سے نہ یک دفعہ وصولی کا حق زائل نہیں ہو جاسکتا -

"ریفارم" کی نسبت میں روس کے عظیم الشان لیو تالستائی (Leo Talstoy) کے لفظوں میں کہونگا "اگر قیدیوں کو اپنے ووٹ سے اپنا جیلر منتخب کرلینے کا اختیار ملجائے ' تو اس سے وہ آزاد نہیں ہو جائینگے "

میرے لیے اسکے اچھے برے کاموں کا سوال ایک ثانوی سوال ہے - پہلا سوال خود اسکے وجود کا ہے - میں ایسے حاکمانہ اقتدار کو نہ اعتبار اُسکی خلقت ہی کے ناجائز یقین کرتا ہوں - اگر وہ تمام نا انصافیاں ظہور میں نہ آتیں جو اس کثرت سے واقع ہوچکی ہیں ' جب بھی میرے اعتقاد میں وہ ظلم تھا - کیونکہ اسکی ہستی ہی سب سے بڑی نا انصافی ہے ' اور اسکی برائی کیلیے اسقدر کافی ہے کہ وہ موجود ہو - اگر وہ اچھے کام کرے' تو اسکی اچھائی تسلیم کرلی جائیگی ' لیکن اسکا وجود ناجائز اور نا انصافی ہی رہیگا - اگر ایک شخص ہماری جائداد پر قابض ہوکر بہت اچھے اور نیک کام انجام دیے' تو اُسکے کاموں کی خوبی کی وجہ سے اُسکا قبضہ جائز نہیں ہو جاسکتا -

(موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے)

(۷) تعمداً میں نے کہا ہے " موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے " لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں ؟ میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھسے یہ توقع کی جاے کہ ایک چیز کو اسکے اصلی نام سے نہ پکاروں ؟ میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ہوں -

میں کم سے کم اور نرم سے نرم لفظ جو اس بارے میں بول سکتا ہوں یہی ہے - ایسی ملفوظ صداقت جو اس سے کم ہو، میرے علم میں کوئی نہیں -

میں تعمداً یہ کہتا رہا ہوں کہ ہمارے فرض کے سامنے دو ہی راہیں ہیں، گورنمنٹ نا انصافی اور حق تلفی سے باز آجاے - اگر باز نہیں آسکتی تو مٹا دی جاے - میں نہیں جانتا کہ اسکے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے ؟ یہ تو انسانی عقائد کی اتنی پرانی سچائی ہے کہ صرف پہاڑ اور سمندر ہی اسکے ہم عمر کہے جاسکتے ہیں - جو چیز بری ہے، اسے یا تو درست ہوجانا چاہیے، یا مٹ جانا چاہیے - تیسری بات کیا ہوسکتی ہے ؟ جبکہ میں اس گورنمنٹ کی برائیوں پر یقین رکھتا ہوں، تو یقیناً یہ دعا نہیں مانگ سکتا کہ درست بھی نہ ہو اور اسکی عمر بھی دراز ہو !

(میرا یہ اعتقاد کیوں ہے ؟)

(۸) میرا اور میرے کروڑوں ہم وطنوں کا ایسا اعتقاد کیوں ہے ؟

اسکے وجوہ و دلائل اب اسقدر آشکارا ہوچکے ہیں کہ ملٹن کے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے " سورج کے بعد دنیا کی ہر چیز سے زیادہ واضح اور محسوس " محسوسات کیلئے ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ انکار نہ کرو - تاہم میں کہنا چاہتا ہوں کہ میرا یہ اعتقاد اسلیے ہے کہ میں ہندوستانی ہوں، اسلیے ہے کہ میں مسلمان ہوں، اسلیے ہے کہ میں انسان ہوں -

(شخصی اقتدار بالذات ظلم ہے)

میرا اعتقاد ہے کہ آزاد رہنا ہر فرد اور قوم کا پیدائشی حق ہے - کوئی انسان یا انسانوں کی گڑھی ہوئی بیوروکریسی یہ حق نہیں رکھتی کہ خدا کے بندوں کو اپنا

انا خلقنا کم من ذکر و انثی ' و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم ! (سورۂ حجرات)

(اسـلام ایک جمہـوری نظـام ہے)

انسانی حقوق کا یہ وہ اعلان ہے جو انقلاب فرانس سے گیارہ سو برس پہلے ہوا - یہ صرف اعلان ہی نہ تھا ' بلکہ ایک عملی نظام تھا جو مشہور مورخ گبن کے لفظوں میں " اپنی کوئی مثال نہیں رکھتا " - پیغمبر اسلام اور انکے جانشینوں کی حکومت ایک مکمل جمہوریت تھی ' اور صرف قوم کی رائے ' نیابت ' اور انتخاب سے اسکی بناوٹ ہوئی تھی - یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اصطلاح میں جیسے جامع اور عمدہ الفاظ اس مقصد کیلئے موجود ہیں ' شاید ہی دنیا کی کسی زبان میں پائے جائیں - اسلام نے " بادشاہ " کے اقتدار اور شخصیت سے انکار کیا ہے ' اور صرف ایک رئیس جمہوریہ (پریسیڈنٹ اف دی پبلک) کا عہدہ قرار دیا ہے - لیکن اسکے لیے بھی " خلیفہ " کا لقب تجویز کیا جسکے لغوی معنی نیابت کے ہیں - گویا اسکا اقتدار محض نیابت ہے - اس سے زیادہ کوئی اختیار نہیں رکھتا - اسی طرح قرآن نے نظام حکومت کیلئے " شوریٰ " کا لفظ استعمال کیا ! و امرھم شوریٰ بینھم - چنانچہ ایک پوری سورت اسی نام سے قرآن میں موجود ہے - " شوریٰ " کے معنی باہم مشورہ کے ہیں - یعنی جو کام کیا جائے ' جماعت کے باہم رائے اور مشورہ سے کیا جائے - شخصی رائے اور حکم سے نہو - اس سے زیادہ صحیح نام جمہوری نظام کیلئے کیا ہوسکتا ہے ؟

(قومی اور مسلم بیوروکریسی بھی ظلم ہے)

جب اسلام مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت کو بھی منصفانہ تسلیم نہ کریں ' جو قوم کی رائے اور انتخاب سے نہ ہو ' تو پھر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کیلیے ایک اجنبی بیوروکریسی کیا حکم رکھتی ہے ؟ اگر آج ہندوستان میں ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہو جائے مگر اسکا نظام بھی شخصی ہو ' یا چند حاکموں کی بیوروکریسی ہو ' تو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اسوقت بھی

برائی میں کم و کیفیت کے اعتبار سے تقسیم کی جاسکتی ہے ' لیکن حسن و قبح کے اعتبار سے اُسکی ایک ھی قسم ہے - یعنے اس اعتبار سے تقسیم ہوسکتی ہے کہ وہ کتنی ہے اور کیسی ہے ؟ اس اعتبار سے نہیں ہوسکتی کہ وہ اچھی ہے یا بری ہے ؟ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ " زیادہ بری چوری " اور " کم بری چوری " لیکن نہ تو نہیں کہہ سکتے کہ " اچھی چوری " اور " بری چوری " ؟ پس میں بیورو کریسی کی اچھائی اور جائز ہونے کا کسی حال میں بھی تصور نہیں کرسکتا - کیونکہ وہ فی نفسہ ایک ناجائز عمل ہے - البتہ اسکی برائی کم اور زیادہ ہوسکتی ہے - لیکن ہندوستان کی بیوروکریسی تو اتنا بھی نہ کرسکی کہ اپنی خلقی برائی ھی پر قانع رھتی - جب اُسکی خلقی برائی پر اُسکی بے شمار عملی برائیوں کا بھی برابر اضافہ ہو رہا ہے ' تو پھر کیونکر اِسکا تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ اسکے ظلم کا اعلان نہ کیا جائے ؟

(اســـلام اور بیــوروکریســی)

(۹) میں مسلمان ہوں' اور بحیثیت مسلمان ہونے کے بھی میرا مذھبی فرض یہی ہے -

اسلام کسی ایسے اقتدار کو جائز تسلیم نہیں کرتا جو شخصی ہو' یا چند تنخواہ دار حاکموں کی بیوروکریسی ہو - وہ آزادی اور جمہوریت کا ایک مکمل نظام ہے' جو نوع انسانی کو اسکی چھنی ہوئی آزادی واپس دلانے کیلیے آیا تھا - یہ آزادی بادشاہوں ' اجنبی حکومتوں ' خود غرض مذھبی پیشواؤں ' اور سوسائٹی کی طاقتور جماعتوں نے غصب کر رکھی تھی - وہ سمجھتے تھے کہ حق طاقت اور قبضہ ہے - لیکن اسلام نے ظاہر ہوتے ھی اعلان کیا کہ حق طاقت نہیں ہے بلکہ خود حق ہے' اور خدا کے سوا کسی انسان کو سزاوار نہیں کہ بندگان خدا کو اپنا محکوم اور غلام بنائے ؛ اُس نے اِمتیاز اور بالا دستی کے تمام قومی اور نسلی مراتب یکقلم مٹادیے' اور دنیا کو بتلادیا کہ سب انسان درجے میں برابر ھیں' اور سب کے حقوق مساوی ھیں - نسل ' قومیت ' رنگ ' معیار فضیلت نہیں ہے ' بلکہ صرف عمل ہے - اور سب سے بڑا وھی ہے' جسکے کام سب سے اچھے ہوں : یا ایہا الناس !

اور " دو اور دو " کو اسلیے " چار " نہ کہا جاے کہ ایسا کہنے سے انسانی جسم مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے ' تو پھر سچائی اور حقیقت ہمیشہ کیلیے خطرہ میں پڑ جائیے ' اور حق کے ابھرنے اور قائم رہنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے - حقیقت کا قانون نہ تو طاقت کی تصدیق کا محتاج ہے نہ اسلیے بدل دیا جاسکتا ہے کہ ہمارے جسم پر کیا گزرتی ہے ؟ وہ تو حقیقت ہے - اور اسوقت بھی حقیقت ہے جب اسکے اعلان سے ہمیں پھولوں کی سیج ملے ' اور اسوقت بھی حقیقت ہے جب اسکے اظہار سے ہمارا جسم آگ کے شعلوں کے اندر جھونک دیا جاے - صرف اسلیے کہ ہمیں قید کردیا جائیگا ' آگ میں ٹھنڈک اور برف میں گرمی نہیں پیدا ہو جاسکتی !

(شہادۃ علی الناس)

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی کتاب شریعت (قرآن) میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ خدا کی زمین میں " شاهد " ہیں - یعنی سچائی کی گواہی دینے والے ہیں - یہ حیثیت ایک قوم کے بھی انکا قومی وظیفہ (نیشنل ڈیوٹی) ہے' اور یہی انکی قومی خصلت (نیشنل کیرکٹر) ہے جو انکو تمام پچھلی اور آئندہ قوموں میں ممتاز کرتی ہے وکذلک جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ! اسی طرح پیغمبر اسلام نے فرمایا - " انتم شہداء اللہ فی الارض " (بخاری) تم خدا کی زمین پر خدا کی طرف سے سچائی کے گواہ ہو - پس ایک مسلمان جب تک مسلمان ہے ' اس گواہی کے اعلان سے باز نہیں رہسکتا -

(کتمــان شہــادت)

اگر وہ باز رہے ' تو یہ قرآن کی اصطلاح میں " کتمان شہادت " ہے - یعنی گواہی کو چھپانا - قرآن نے ایسا کرنے والوں کو خدا کی پھٹکار کا سزاوار بتلایا ہے - اور بار بار کہا ہے کہ اسی کتمان شہادت کی وجہ سے دنیا کی بڑی بڑی قومیں برباد و ہلاک ہوگئیں : ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والهدی من بعد ما بینه للناس فی الکتاب ' اولائک یلعنهم اللہ و یلعنهم اللاعنون - (بقرہ) لعن الذین کفروا من

میرا فرض یہی ہوگا کہ اُسکو ظلم کہوں ' اور تبدیلی کا مطالبہ کروں - اسلام کے علماء حق نے ہمیشہ جابر مسلمان پادشاہوں کے خلاف ایسا ہی اعلان و مطالبہ کیا ہے -

میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ نظام بعد کو قائم نہ رہسکا - مشرقی رومی حکومت اور ایرانی شہنشاہی کے پر شوکت افسانوں نے مسلمان حکمرانوں کو گمراہ کردیا - اسلامی خلیفہ کی جگہ ' جو بسا اوقات پھٹے پرانے کپڑوں میں ایک عام مرد کی طرح ملبوس ہوتا تھا ' انہوں نے قیصر و کسریٰ ہی کو ترجیح دی - تاہم تاریخ اسلام کا کوئی عہد بھی ایسے مسلمانوں سے خالی نہیں رہا ہے ' جنہوں نے علانیہ حکام وقت کے استبداد و شخصیت کے خلاف احتجاج نہ کیا ہو ' اور ان تمام تکلیفوں کو خوشی خوشی جھیل نہ لیا ہو جو اس راہ میں پیش آئی ہیں -

(مسلمانوں کا قومی وظیفہ)

ایک مسلمان سے یہ توقع رکھنی کہ وہ حق کا اعلان نہ کرے اور ظلم کو ظلم نہ کہے ' بالکل ایسی ہی بات ہے ' جیسے یہ کہا جائے کہ وہ اسلامی زندگی سے دست بردار ہو جائے - اگر تم کسی آدمی سے اس مطالبہ کا حق نہیں رکھتے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے ' تو یقیناً ایک مسلمان سے یہ مطالبہ بھی نہیں کرسکتے کہ وہ ظلم کو ظلم نہ کہے - کیونکہ دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے -

یہ تو اسلامی زندگی کا وہ عنصر ہے ' جسکے الگ کردینے کے بعد اُسکی سب سے بڑی ما بہ الامتیاز خصوصیت معدوم ہو جاتی ہے - اسلام نے مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی ہے کہ وہ دنیا میں سچائی اور حقیقت کے گواہ ہیں - ایک گواہ کا فرض ہوتا ہے کہ جو کچھہ جانتا ہے بیان کرے - ٹھیک اُسی طرح ہر مسلمان کا یہی وظیفہ (ڈیوٹی) ہے کہ جس سچائی کا اُسے علم و یقین دیا گیا ہے ' ہمیشہ اُسکا اعلان کرتا رہے ' اور اداء فرض کی راہ میں کسی آزمائش اور مصیبت سے نہ ڈرے - علی الخصوص جب ایسا ہو کہ ظلم و جور کا دور دورہ ہو جائے ' اور جبر و تشدد کے ذریعہ اعلان حق کو روکا جائے ' تو پھر یہ فرض اور زیادہ لازمی اور ناگزیر ہو جاتا ہے - کیونکہ اگر طاقت کے ڈر سے لوگوں کا چپ ہو جانا گوارا کرلیا جائے '

سے گورنمنٹ کی برائیاں دور کردیں - اسلیے ہم نے دوسرا درجہ اختیار کیا جسکی استطاعت حاصل ہے - یعنے زبان سے اسکا اعلان کرتے ہیں -

(ارکان اربعہ)

قرآن نے مسلمانوں کی اسلامی زندگی کی بنیاد چار باتوں پر رکھی ہے اور بتلایا ہے کہ ہر طرح کی انسانی ترقی اور کامیابی انہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے ' ایمان - عمل صالح - توصیۂ حق - توصیۂ صبر -

" توصیۂ حق " کے معنی یہ ہیں کہ ہمیشہ حق اور سچائی کی ایک دوسرے کو وصیت کرنا - " توصیۂ صبر " کے معنی یہ ہیں کہ ہر طرح کی مصیبتوں اور رکاوٹوں کو جھیل لینے کی وصیت کرنا - چونکہ حق کے اعلان کا لازمی نتیجہ نہ ہے کہ مصیبتیں پیش آئیں ' اسلیے حق کے ساتھہ صبر کی وصیت بھی ضروری تھی ' تاکہ مصیبتیں اور رکاوٹیں جھیل لینے کیلیے ہر حق گو طیار ہوجائے والعصر ' ان الانسان لفی خسر ' الا الذین آمنوا ' و عملوا الصالحات ' و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر !

(اسلامی توحید اور امر بالمعروف)

اسلام کی بنیاد عقیدۂ " توحید " پر ہے - اور " توحید " کا ضد " شرک " ہے جس سے بیزاری اور نفرت ہر مسلمان کی فطرت میں داخل کی گئی ہے - توحید سے مقصود یہ ہے کہ خدا کو اسکی ذات اور صفات میں ایک ماننا - شرک کے معنی نہ ہیں کہ اسکی ذات اور صفتوں میں کسی دوسری ہستی کو شریک کرنا - پس سچائی کے اظہار میں نے ڈرنے اور نہ جھکنے کا حوصلہ ایک مسلمان زندگی کا مایۂ خمیر ہے - توحید مسلمانوں کو سکھلاتی ہے کہ ڈرنے اور جھکنے کی سزاوار صرف خدا ہی کی عظمت و جبروت ہے - اُسکے سوا کوئی نہیں جس سے ڈرنا چاہیے یا جسکے آگے جھکنا چاہیے - وہ یقین کرتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی دوسری ہستی سے ڈرنا ' خدا کے ساتھہ اُسکو شریک کرنا اور اپنے دل کے خوف و اطاعت کا حقدار ماننا ہے - یہ بات توحید کے ساتھہ اکٹھی نہیں ہوسکتی -

بني اسرائيل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ' ذلك بما عصوا وکانوا یعتدون -
کانوا لا یتناهون عن منکر فعلوه لبئس ما کانوا یفعلون !

(امر بالمعروف و نهي عن المنکر)

اسي لیے اسلام کے واجبات و فرائض میں ایک اهم فرض " امر بالمعروف " اور " نهی عن المنکر " هے - یعني نیکي کا حکم دینا اور برائی سے روکنا - قرآن نے عقیدۂ توحید کے بعد جن کاموں پر سب سے زیادہ زور دیا هے ' اُن میں سے ایک کام یه هے - قرآن نے بتلایا هے که مسلمانوں کی تمام قومی بڑائي کی بنیاد اسی کام پر هے - وہ سب سے بڑي اور اچھی قوم اسیلیے هیں که نیکي کا حکم دیتے هیں اور برائي کو روکتے هیں - اگر وہ ایسا نه کریں تو اپني ساري بڑائی کھودیں : کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر -

قرآن سچے مسلمانوں کی پہچان یه بتلاتا هے * وہ حق کے اعلان میں کسي سے نہیں ڈرتے - نه دنیا کی کوئی لالچ اپر غالب آسکتی هے ' نه کوئی خوف - وہ طمع بھی رکھتے هیں تو صرف خدا سے ' اور ڈرتے بھی هیں تو صرف خدا سے "

پیغمبر اسلام کے بے شمار قولوں میں سے جو اس بارے میں هیں ' ایک قول یه هے " نیکی کا اعلان کرو - برائی کو روکو - اگر نه کروگے تو ایسا هوگا که نہایت برے لوگ تم پر حاکم هو جائینگے ' اور خدا کا عذاب تمہیں گھیر لیگا - تم دعائیں مانگوگے که یه حاکم ٹل جائیں مگر قبول نه هوگی " (ترمذي و طبرانی عن حذیفه و عمر رض)

لیکن یه فرض کیونکر انجام دیا جاے ؟ تو اسلام نے تین مختلف حالتوں میں اِسکے تین مختلف درجے بتلائے هیں - چنانچه پیغمبر اسلام نے فرمایا : " تم میں سے جو شخص برائی کی بات دیکھے تو چاهیے ' اپنے هاتھه سے درست کردے - اگر اسکی طاقت نه پاے تو زبان سے اعلان کرے - اگر اسکی بھی طاقت نه پاے تو اپنے دل میں اُسکو برا سمجھے - لیکن یه آخري درجه ایمان کی بڑي هی کمزوري کا درجه هے " (مسلم) هندوستان میں همیں یه استطاعت نہیں هے که اپنے هاتھه

دوسرا دور شخصي حکمرانی اور شہنشاہی کا ہے جو خاندان بنو امیہ سے شروع ہوا - اِس دور میں اسلامی جمہوریت درهم برهم ہوگئی - قوم کے انتخاب کی جگہ طاقت و تسلط کا دور شروع ہوگیا شاہی خاندان سے طبقۂ امراء (ارسٹو کریٹ) کی بنیاد پڑی ' اور اسلام کے گلیم پوش خلیفہ کی جگہ شہنشاہیت کا تاج و تخت نمودار ہوگیا -

تاہم مسلمانوں کی زبانیں جس طرح پہلے دور کی آزادی میں بے روک تھیں ' اُسی طرح دوسرے دور کے جبر و استبداد میں بھی بے خوف رہیں - میں بتلانا چاہتا ہوں کہ تعزیرات ہند (پینل کوڈ) کی طرح اسلامی قانون میں کوئی دفعہ ۱۲۴ - الف نہیں ہے !

پہلے دور کے مسلمانوں کی حق گوئی کا یہ حال تھا کہ دار الخلافت کی ایک بڑھیا عورت خلیفۂ وقت سے بر سر عام کہہ سکتی تھی " اگر تم انصاف نہ کروگے تو تکلے کی طرح تمہارے بل نکالدینگے " لیکن وہ مقدمۂ بغاوت چلانے کی جگہ خدا کا شکر کرتا کہ قوم میں ایسی راست باز زبانیں موجود ہیں ! عین جمعہ کے مجمع میں جب خلیفہ منبر پر خطبہ کیلیے کھڑا ہوتا اور کہتا " اسمعوا و اطیعوا " سنو اور اطاعت کرو - تو ایک شخص کھڑا ہو جاتا اور کہتا " نہ تو سنینگے اور نہ اطاعت کرینگے " کیوں ؟ " اسلیے کہ تمہارے جسم پر جو جبہ ہے وہ تمہارے حصہ کے کپڑے سے زیادہ کا بنا ہوا ہے اور یہ خیانت ہے " اسپر خلیفہ اپنے لڑکے سے گواہی دلاتا - وہ اعلان کرتا کہ میں نے اپنے حصہ کا کپڑا بھی اپنے باپ کو دیدیا تھا - اس سے جبہ طیار ہوا -

قوم کا یہ طرز عمل اُس خلیفہ کے ساتھ تھا ' جس کی صولت و سطوت نے مصر اور ایران کا تخت اُلٹ دیا تھا - تاہم اسلامي حکومت میں کوئی دفعہ ۱۲۴ - الف نہ تھی -

دوسرا دور شخصی جبر و استبداد (Autocracy) کا تھا ' جسکی پہلی ضرب آزادی رائے اور آزادی تقریر ھی پر پڑتی ہے - لیکن اس دور میں بھی زبانوں کي بے باکي اور دلوں کي بے خوفي اُسي طرح سرگرم رہي ' اور قید خانے کي تاریک

اسی لیے اسلام تمامتر ے خوبي اور قربانی کی دعوت ہے - قرآن جا بجا کہتا ہے " مسلمان وہ ہے جو خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے - ہر حال میں سچی بات کہے " (ولم یخش الا اللہ) پیغمبر اسلام نے فرمایا " سب سے بہتر موت اُس آدمی کی موت ہے جو کسی ظالم حکومت کے سامنے حق کا اظہار کرے اور اسکی پاداش میں قتل کیا جائے " (ابوداؤد) وہ جب کسی آدمی سے اسلام کا عہد و قرار لیتے تھے تو ایک اقرار یہ ہوتا تھا " میں ہمیشہ حق کا اعلان کرونگا - خواہ کہیں ہوں، اور کسی حالت میں ہوں " (بخاری و مسلم)

اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں حق گوئی اور حق گوئی کیلیے قربانی کی ایسی مثالیں نہیں ملسکتیں، جیسے تاریخ اسلام کا ہر باب معمور ہے - اسلام کے عالموں، پیشواؤں، بزرگوں، مصنفوں کے تراجم (Baiography) تمام تر اسی قربانی کی سرگذشت ہیں !

جن مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں یہ بات داخل ہے کہ موت قبول کرلیں مگر حق گوئی سے باز نہ آئیں، انکے لیے دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ بقینا کوئی بڑي ڈراؤنی خبر نہیں ہوسکتا جسکی زیادہ سے زیادہ سزا ~~چند~~ ~~برس~~ کی قید ہے !

(اسلام میں کوئی دفعہ ۱۲۴ - نہیں)

تاریخ اسلام کے دو دور ہیں - پہلا دور پیغمبر اسلام اور آنکے چار جانشینوں کا ہے - یہ دور خالص اور کامل طور پر اسلامی نظام کا تھا - یعنی اسلامی جمہوریت (ری پبلک) اپنی اصلی صورت میں قائم تھی - ایراني شہنشاهی اور رومی امارت (Aristocracy) کا کوئی اثر ابھی اسلامی مساوات عامہ (Democracy) پر نہیں پڑا تھا - اسلامی جمہوریت کا خلیفہ خود بھی طبقۂ عوام (ڈیموکریٹ) کا ایک فرد ہوتا تھا، اور ایک عام فرد قوم کی طرح زندگی بسر کرتا تھا - وہ دار الخلافت کے ایک خس پوش چھپر میں رہتا اور چار چار پیوند لگے ہوے کپڑے پہنتا - اسلام کے دار الخلافت میں امریکن ری پبلک کا کوئی قصر سفید (وهائٹ هاؤس) نہ تھا -

سعید بن مسیب بہت بڑے تابعی تھے - وہ علانیہ برسر بازار حکام کے ظلم و جور کا اعلان کرتے اور کہتے "کتوں کا پیٹ بھرتے ہو مگر انسانوں کو تم سے امان نہیں"

اس عہد کے بعد بھی مسلمان عالموں اور پیشواؤں کی حق گوئی کا یہی عالم رہا - منصور عباسی کے خوف و دہشت سے گھر میں بیٹھے ہوئے لوگ کانپا کرتے تھے - سفیان ثوری سے ایک بار اُس نے کہا " مجھسے اپنی کوئی حاجت بیان کیجیے " انہوں نے جواب دیا " اتق اللہ وقد ملأت الارض ظلماً و جوراً " خدا سے ڈر - زمین ظلم و جور سے بھرگئی ہے -

جب مشہور عباسی خلیفہ ' ہارون الرشید تخت نشین ہوا (جس نے فرانس کے شارلمین کو ایک عجیب گھڑی بطور تحفہ کے بھیجی تھی ' اور قیصر روم کو بقول گبن " اے کتے کے بچے " کے لقب سے خط لکھا تھا) تو اُس نے اپنے سفیان ثوری کو اپنے ہاتھ سے اشتیاق ملاقات کا خط لکھکر بھیجا - خط میں لکھا تھا کہ میں نے تخت نشینی کی خوشی میں بے شمار مال و دولت لوگوں میں تقسیم کیا ہے - تم بھی مجھسے آکر ملو - سفیان کوفہ کی مسجد میں ایک بڑے مجمع کے اندر بیٹھے تھے کہ یہ خط پہنچا - لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا اور کہا " جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھ نے چھوا ہے ' میں اُسے چھونا نہیں چاہتا " جب پڑھکر سنایا گیا تو اسی کی پشت پر جواب لکھوادیا " خدا کے مغرور بندے ہارون کو جسکا ذوق ایمان سلب ہوچکا ہے ' معلوم ہو - تو نے قوم کا مال بلا کسی حق کے اپنی تخت نشینی کی خوشی میں لٹایا اور اسکا حال لکھکر اپنے گناہ پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھی گواہ ٹھہرایا - پس ہم سب کل کو اللہ کے آگے اسکی گواہی دینگے - اے ہارون ! تونے انصاف و حق سے کنارہ کیا - تونے پسند کیا کہ ظالم بنے اور ظالموں کی سرداری پائے - تیرے حاکم بندگان خدا کو ظلم و جور سے پامال کررہے ہیں اور تو تخت شاہی پر عیش و عشرت کررہا ہے " ہارون نے جب یہ خط پڑھا تو بے اختیار رونے لگا اور کہا - یہ خط ہمیشہ میرے ساتھ رہیگا !

کوٹھریاں ، تازیانوں کی ضرب ، اور جلاد کی تیغ بھی انہیں روک نہ سکی - پیغمبر اسلام کے ساتھی (صحابۂ کرام) جب تک زندہ رہے ، وقت کے جابر پادشاھوں کے ظلم کا اعلان کرتے رہے ، اور برابر مطالبہ کرتے رہے کہ حکومت قوم کے مشورہ اور انتخاب سے ہونی چاہیے - جو لوگ انکے بعد زیادہ تھے (تابعین) انکا اعلان بھی بعینہ یہی رہا کہ " درست ہو جاؤ یا مٹ جاؤ " امام محمد غزالی نے (جنکو یورپ کے مورخین فلسفہ بھی Algazel کے نام سے پہچانتے ہیں ، اور اب میڈم کاریلی کے ناول Ardath کے دوسرے باب نے انگریزی علم ادب کو بھی روشناس کردیا ہے) صرف ان صحابہ اور تابعین کا ذکر کیا ہے جو خلیفہ ھشام بن عبد الملک کے زمانے تک موجود تھے ، اور جنھوں نے حکمرانوں کے مظالم کا اعلان کرکے ہمیشہ منصفانہ اور دیانتی گورنمنٹ کا مطالبہ کیا تھا - انکی تعداد ۲۳ - سے بھی زیادہ ہے -

ھشام بن عبد الملک نے طاؤس یمانی کو بلایا - وہ آئے ، مگر اسکا نام لیکر سلام کیا " امیر المومنین " یعنی قوم کا سردار نہ کہا جو مسلمان خلفاء کا لقب تھا - ھشام نے سبب پوچھا تو کہا " قوم تیری حکومت سے راضی نہیں ، اسلیے تجھے انکا امیر کہنا جھوٹ ہے " ھشام نے کہا - نصیحت کیجیے - فرمایا " خدا سے ڈر ، کیونکہ تیرے ظلم سے زمین بھر گئی "

مالک بن دینار بصرہ کی جامع مسجد میں اعلان کرتے " ان ظالم پادشاہونکو خدا نے اپنے بندوں کا چرواھا بنایا تھا تاکہ انکی رکھوالی کریں - پر انھوں نے بکریوں کا گوشت کھا لیا - بالوں کا کپڑا بن کر پہن لیا - اور صرف ھڈیاں چھوڑ دیں "

سلیمان بن عبد الملک جیسے ہیبت ناک خلیفہ سے ابو حازم کہتے :

" ان آباءک قھروا الناس بالسیف ، و اخذوا الملک عنوۃ من غیر مشورۃ من المسلمین ولا رضا منھم " تیرے باپ دادوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مقہور کیا ، اور بلا قوم کی رائے اور انتخاب کے مالک بن بیٹھے - سلیمان نے کہا - اب کیا کیا جائے ؟ جواب دیا " جن کا حق ہے انہیں لوٹا دے " کہا - میرے لیے دعا کیجیے - فرمایا " خدایا ! اگر سلیمان حق پر چلے تو اسے مہلت دے - لیکن اگر ظلم سے باز نہ آئے تو پھر تو ہے اور اسکی گردن "

سفاکوں کے زمانے میں بھی وہ مسلمان موجود رہے جنکی زبانیں اعلان حق میں
اُنکی تلواروں سے بھی زیادہ تیز تھیں - شیخ سعدی شیرازی نے (جنکی "گلستان"
کا نام اس کورٹ نے بھی سنا ہوگا) ہلاکو خاں کے منہہ پر اُسے ظالم کہا -
شمس الدین تباری نے منکو خاں کے دربار میں اسکی ہلاکت کی دعا مانگی -
شیخ الاسلام احمد اس بندہ نے اتا قاآن پر بر سر دربار لعنت بھیجی - تاتاریوں کے
پاس بے دریغ قتل کردینے کا قانون تھا - تاہم " تورۂ چنگیز خانی " (قوانین
چنگیز خاں) میں کوئی دفعہ ۱۲۴ - الف نہ تھی !

(" حجاج " اور " ریڈنگ ")

ہم مسلمانوں کا جب اپنی قومی گورمنٹوں کے ساتھہ (جنکی اطاعت
از روے شرع ہم پر واجب ہے) ایسا سلوک رہا ہے ' تو پھر ایک اجنبی گورمنٹ
کے کارندے ہم سے کیا امید رکھتے ہیں ؟ کیا ہندوستان کی " از روے قانون
قائم شدہ " گورنمنٹ ہمارے لیے اُس گورنمنٹ سے بھی زیادہ محترم ہے جو
" از روے شریعت اسلام " واجب الاطاعت ہے ؟ کیا انگلستان کی پادشاہت
اور لارڈ ریڈنگ کی نیابت عبد الملک کی خلافت اور حجاج بن یوسف
کی نیابت سے بھی ہمارے لیے زیادہ مقدر ہوسکتی ہے ؟ اگر ہم " اجنبی و غیر
مسلم " اور " قومی و مسلم " کا عظیم الشان اور شرعی فرق بالکل نظر انداز کردیں '
جب بھی ہم سے صرف یہی امید کی جاسکتی ہے کہ جو کچھہ حجاج بن
یوسف اور خالد قسری کی گورنمنٹوں کیلیے کہہ چکے ہیں' وہی " جمسفورڈ " اور
" ریڈنگ " کی گورنمنٹوں کیلیے بھی کہیں - ہم نے اُسے کہا تھا " اتق اللہ فقد
ملاءت الارض ظلما و جورا " خدا سے ڈرو کیونکہ تمہارے ظلم سے زمین بھرگئی ہے !
یہی ہم آج بھی کہتے ہیں !

حقیقت یہ ہے کہ آج ہم اپنی کمزوری اور بے بسی کی وجہ سے ہندوستان
میں جو کچھہ کر رہے ہیں ' وہ در اصل قومی حکمرانوں کے ظلم و جور کیلیے ہمیں
بتلایا گیا تھا نہ کہ ایک اجنبی قبضۂ و تصرف کے مقابلے کیلیے تھا - اگر برٹش گورنمنٹ کے
ارکان اس حقیقت کو سمجھتے تو انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ مسلمانوں کے تمام اور

مسلمان عالموں اور اماموں پر موقوف نہیں، اس عہد کا ہر عام مرد بھی اس اعلان میں بالکل بے خوف تھا - منصور عباسی ایک دن کعبہ کا طواف کر رہا تھا - آواز آئی کہ کوئی شخص دعا مانگ رہا ہے " خدایا ! میں تیرے آگے فریاد کرتا ہوں - ظلم غالب آگیا ہے اور حق اور حقداروں کے درمیان روک بنگیا ہے " منصور نے اُس شخص کو بلاکر پوچھا " وہ کون ہے جسکا ظلم روک بنگیا ہے ؟ " کہا " تیرا وجود اور تیری حکومت "

حجاج بن یوسف کا ظلم و ستم تاریخ اسلام کا نہایت مشہور واقعہ ہے - لیکن اسکی بے پناہ تلوار بھی مسلمانوں کی حق گوئی پر غالب نہ آسکی - حطیط جب گرفتار ہوکر آیا تو پوچھا - اب میرے لیے کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا " تو خدا کی زمین پر اسکا سب سے بڑا دشمن ہے " پوچھا - خلیفہ کیلیے کیا کہتے ہو؟ کہا " اسکا جرم تجھسے بھی زیادہ ہے - تیرا ظلم تو اسکے بے شمار ظلموں میں سے صرف ایک ظلم ہے "

مامون الرشید کے عہد میں ایسے مسلمان موجود تھے جو پکار پکارکر برسر دربار کہتے " یا ظالم ! انا ظالم ان لم اقل لك یا ظالم ! " اے ظالم ! میں ظالم ہوں اگر تجھے ظالم کہکر نہ پکاروں ! "

(فتنۂ تاتار اور فتنۂ یورپ)

یہ تو تاریخ اسلام کے ابتدائی اوراق ہیں ، لیکن اس عہد کے بعد بھی ہر دور کا یہی حال رہا - مسلمانوں کیلیے موجودہ عہد کا عالمگیر فتنہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے - وہ ایک ایسے ہی سیلاب میں ڈوب کر اُچھل چکے ہیں - جس طرح آج یورپ اور علی الخصوص انگلستان کے ظہور اور تسلط سے تمام ایشیا اور اسلامی ممالک کی آزادی کا خاتمہ ہوگیا ہے - ٹھیک اسی طرح پندرھویں صدی مسیحی میں بھی تاتاریوں کے وحشیانہ تسلط سے ظہور میں آیا تھا - یورپ کے فتنہ کا آخری نتیجہ عثمانی خلافت کی پامالی اور ایشیاء کوچک کا قتل عام ہے - تاتاری فتنہ کی آخری وحشت ناکی عباسی خلافت کا خاتمہ اور بغداد کا قتل عام تھا - تاتاری انسان نہیں تھے ، درندے تھے - تاہم ہلاکو خاں ، منکو خاں ، اوقا آن خاں جیسے

(انقـــلاب حـــال !)

میں سچ کہتا ہوں - مجھے اسکی ذرا برابر بھی شکایت نہیں کہ سزا دلانے کیلیے مجھہ پر مقدمہ چلایا گیا ہے - یہ بات تو بہرحال ہونی ہی تھی - لیکن حالات کا یہ انقلاب میرے لیے بڑا ہی درد انگیز ہے کہ ایک مسلمان سے کتمان شہادت کی توقع کی جاتی ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم کو صرف اسلیے ظلم نہ کہے کہ دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلایا جائیگا !

مسلمانوں کو حق گوئی کا جو نمونہ انکی قومی تاریخ دکھلاتی ہے' وہ تو یہ ہے کہ ایک جابر حکمران کے سامنے ایک بے پروا انسان کھڑا ہے - اسپر الزام یہی ہے کہ اس نے حکمراں کے ظلم کا اعلان کیا - اِسکی پاداش میں اُسکا ایک ایک عضو کاٹا جا رہا ہے - لیکن جب تک زبان نہیں کٹ جاتی' وہ یہی اعلان کرتی رہتی ہے کہ حکمراں ظالم ہے ! یہ واقعہ خلیفۂ عبد الملک کے زمانے کا ہے جسکی حکومت افریقہ سے سندھہ تک پھیلی ہوئی تھی - تم دفعہ ۱۲۴ - الف کو اس سزا کے ساتھہ تول لے سکتے ہو !

میں اس درد انگیز اور جانکاہ حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ اس انقلاب حالت کے ذمہ دار خود مسلمان ہی ہیں - انہوں نے اسلامی زندگی کے تمام خصائص کھو دیے ' اور انکی جگہ غلامانہ زندگی کے تمام رذائل قبول کرلیے - اُنکی موجودہ حالت سے بڑھکر دنیا میں اسلام کیلیے کوئی فتنہ نہیں - جبکہ میں یہ سطریں لکھہ رہا ہوں ' تو میرا دل شرمندگی کے غم سے پارہ پارہ ہو رہا ہے کہ اسی ہندوستان میں وہ مسلمان بھی موجود ہیں جو اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے علانیہ ظلم کی پرستش کر رہے ہیں !

(یا آزادی یا مـــوت)

لیکن انسانوں کی بدعملی سے کسی تعلیم کی حقیقت نہیں جھٹلائی جاسکتی - اسلام کی تعلیم اُسکی کتاب میں موجود ہے - وہ کسی حال میں بھی

درگذر کي حد ھوگئي ھے - اس سے زیادہ وہ اسلام کو برطانیہ کیلیے نہیں چھوڑ سکتے !

اسلام نے حکمرانوں کے ظلم کے مقابلہ میں دو طرح کے طرزِ عمل کا حکم دیا ھے کیونکہ حالتیں بھی دو مختلف ھیں: ایک ظلم اجنبی قبضۂ و تسلط کا ھے - ایک خود مسلمان حکمرانوں کا ھے - پہلے کیلیے اسلام کا حکم ھے کہ تلوار سے مقابلہ کیا جاے - دوسرے کیلیے حکم ھے کہ تلوار سے مقابلہ تو نہ کیا جاے لیکن " امر بالمعروف " اور " اعلان حق " جسقدر بھی امکان میں ھو ' ھر مسلمان کرتا رھے - پہلی صورت میں دشمنوں کے ھاتھوں قتل ھونا پڑیگا - دوسری صورت میں ظالم حکمرانوں کے ھاتھوں طرح طرح کی اذیتیں اور سزائیں جھیلنی پڑینگی - مسلمانوں کو دونوں حالتوں میں دونوں طرح کی قربانیاں کرنی چاھئیں ' اور دونوں کا نتیجہ کامیابی و فتح مندی ھے - چنانچہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں نے دونوں طرح کی قربانیاں کیں - اجنبیوں کے مقابلے میں سرفروشی بھی کی ' اور اپنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت بھی دکھلائی - پہلی صورتوں میں جس طرح انکی " جنگی جد و جہد " کوئی مثال نہیں رکھتی اسی طرح دوسري صورت میں اُنکی " شہري جد و جہد " بھی عدیم النظیر ھے -

ھندوستان میں آج مسلمانوں نے دوسری صورت اختیار کی ھے ' حالانکہ مقابلہ انکا پہلی حالت سے ھے - اُنکے لیے "جنگی جد و جہد" کا وقت آ گیا تھا - لیکن انھوں نے " شہري جد و جہد" کو اختیار کیا - انھوں نے " نوان و ایلینس" رھنے کا فیصلہ کرکے تسلیم کرلیا ھے کہ وہ ھتھیار سے مقابلہ نہ کرینگے - یعنی صرف وھی کرینگے ' جو اُنھیں مسلمان حکومتوں کے ظلم کے مقابلے میں کرنا چاھیے - بلاشبہ اس طرز عمل میں ھندوستان کي ایک خاص طرح کی حالت کو بھی دخل ھے - لیکن گورنمنٹ کو سوچنا چاھیے کہ اس سے زیادہ بدبخت مسلمان اور کیا کرسکتے ھیں ؟ حد ھوگئي کہ اجنبیوں کے ظلم کے مقابلے میں وہ بات کر رھے ھیں' جو اُنھیں اپنوں کے مقابلے میں کرني تھي !

بالآخر وهی ہوا - گورنمنٹ صریح وعدہ خلافی سے باز نہ رہی - اُس وعدہ کا بھی ایفا ضروری نہ سمجھا گیا جو گورنمنٹ آف انڈیا نے ۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۴ء کے اعلان میں کیا تھا ' اور وہ وعدہ بھی فریب رو ثابت ہوا جو مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے ۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ - کو ہاؤس آف کامنس کی تقریر میں کیا تھا - شریف آدمیوں کیلئے وعدہ خلافی عیب ہے ' لیکن طاقتور حکومتوں کیلئے کوئی بات بھی عیب نہیں ہے !

اس حالت نے مسلمانوں کیلئے آخری درجہ کی کشمکش پیدا کردی - اسلامی قانون کی رو سے کم از کم بات جو انکے فرائض میں داخل تھی ' وہ یہی کہ ایسی گورنمنٹ کی اعانت اور کوا پریشن سے ہاتھ کھینچ لیں - چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا - وہ اُسوقت تک اسپر قائم رہینگے ' جب تک اُنہیں اپنا مذہب اور مذہب کے اٹل احکام عزیز ہیں -

مسلمانوں کو یقین ہوگیا ہے کہ اگر وہ حق و انصاف چاہتے ہیں تو اسکی راہ صرف ایک ہی ہے - سوراج کا حصول - یعنی ایسی قومی گورنمنٹ کا حصول جو ہندوستانیوں کی ہو ' ہندوستان میں ہو ' اور ہندوستان کیلئے ہو -

(اگر ظلم نہیں تو کیا عدل ہے ؟)

(۱۱) غرضکہ اس بارے میں میرا اقرار بالکل صاف اور واضح ہے - موجودہ گورنمنٹ محض ایک ناجائز بیوروکریسی ہے ' وہ کروڑوں انسانوں کی مرضی اور خواہش کیلئے محض نفی ہے ' وہ ہمیشہ انصاف اور سچائی پر پرستش کو ترجیح دیتی ہے ' وہ جلیانوالا باغ امرتسر کا وحشیانہ قتل عام جائز رکھتی ہے ' وہ انسانوں کیلئے اس حکم میں کوئی نا انصافی نہیں مانتی کہ چارپایوں کی طرح پیٹ کے بل چلائے جائیں ' وہ بے گناہ لڑکوں کو صرف اسلئے بار پائے کی ضرب سے بے ہوش ہو جانے دیتی ہے کہ کیوں ایک دن کی طرح "یونین جیک" کو سلام نہیں کرتے ؟ وہ تیس کروڑ انسانوں کی پیہم التجاؤں پر بھی اسلامی خلافت کی دامانی سے باز نہیں آئی ' وہ اپنے تمام وعدوں کے توڑ دینے میں کوئی عیب

جائز نہیں رکھتی کہ آزادی کھوکر مسلمان زندگی بسر کریں - مسلمانوں کو مٹ جانا چاہیے - یا آزاد رہنا چاہیے - تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں -

اسی لیے میں نے آج سے بارہ سال پہلے " الہلال " کے ذریعہ مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ آزادی کی راہ میں قربانی و جاں فروشی انکا قدیم اسلامی ورثہ ہے - اُنکا اسلامی فرض یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام جماعتوں کو اس راہ میں اپنے پیچھے چھوڑ دیں - مذہبی صدائیں بیکار نہ گئیں - مسلمانوں نے اب آخری فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنے ہندو، سکھہ، عیسائی، پارسی بھائیوں کے ساتھہ ملکر اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائینگے -

(مسئلۂ خلافت و پنجاب)

(۱۰) میں یہاں گورنمنٹ کی اُن نا انصافیوں کا افسانہ نہیں چھیڑونگا جو مسئلۂ " خلافت " اور مظالم " پنجاب " کا عالمگیر افسانہ ہیں - لیکن میں اقرار کرونگا کہ گذشتہ دو سال کے اندر کوئی صبح و شام مجھہ پر ایسی نہیں گذری ہے، جسمیں میں نے " خلافت " اور " پنجاب " کیلیے گورنمنٹ کے مظالم کا اعلان نہ کیا ہو - میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ یہ کہا ہے - جو گورنمنٹ اسلامی خلافت کو پامال کر رہی ہو، اور مظالم پنجاب کیلیے کوئی تلافی اور شرمندگی نہ رکھتی ہو، ایسی گورنمنٹ کیلیے کسی ہندوستانی کے دل میں وفاداری نہیں ہوسکتی - گورنمنٹ کی جگہ وہ ایک فریق متحارب کی حیثیت رکھتی ہے -

میں نے ۱۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ - کو (جب میں رانچی میں گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے نظربند تھا) لارڈ چمسفورڈ کو ایک مفصل چٹھی لکھی تھی - اسمیں واضح کردیا تھا کہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں اسلامی احکام کیا ہیں ؟ میں نے لکھا تھا کہ اگر برٹش گورنمنٹ اسلامی خلافت اور اسلامی ممالک پر خلاف وعدہ متصرف ہوگئی، تو اسلامی قانون کی رو سے ہندوستانی مسلمان ایک انتہائی کشمکش میں مبتلا ہو جائینگے - اُنکے لیے صرف دو ہی راہیں رہجائینگی - یا اسلام کا ساتھہ دیں، یا برٹش گورنمنٹ کا - وہ مجبور ہونگے کہ اسلام کا ساتھہ دیں -

میں اقرار کرتا ھوں کہ میری کوئی تقریر گذشتہ دو سال کے اندر ایسی نہیں ہوئی ہے جسمیں یہ تمام باتیں میں نے بیان نہ کی ھوں -

میں متصل بارہ سال سے اپنی قوم و ملک کو آزادی و حق طلبی کی تعلیم دے رہا ھوں - میری ۱۸ - برس کی عمر بھی جب میں نے اس راہ میں تقریر و تحریر شروع کی - میں نے زندگی کا بہترین حصہ یعنی عہد شباب صرف اسی مقصد کے عشق میں قربان کردیا - میں اسی کی خاطر چار سال تک نظربند رہا ' مگر نظر بندی میں بھی میری ہر صبح و شام اسی کی تعلیم و تبلیغ میں بسر ہوئی - " رانچی " کے در و دیوار اسکی شہادت دے سکتے ھیں جہاں میں نے نظر بندی کا زمانہ بسر کیا ھے - یہ تو میری زندگی کا دائمی مقصد ھے - میں صرف اسی ایک کام کیلیے جی سکتا ھوں ' ان صلاتی ' و نسکی ' و محیای ' و مماتی ' للہ رب العالمین !

(آخــری اســلامی تحــریک)

(۱۳) میں اس " جرم " سے کیونکر انکار کرسکتا ھوں جبکہ میں ھندوستان کی اس آخری " اسلامی تحریک " کا داعی ھوں ' جس نے مسلمانان ھند کے پولیٹکل مسلک میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا - اور بالاخر وھاں تک پہونچا دیا جہاں آج نظر آ رہے ھیں - یعنی آن میں سے ہر فرد مدرے اس جرم میں شریک ھوگیا ھے - میں نے سنہ ۱۹۱۲ - میں ایک اردو جرنل " الہلال " جاری کیا جو اس تحریک کا آرگن تھا ' اور جسکی اشاعت کا تمام تر مقصد وھی تھا جو اوپر ظاھر کرچکا ھوں - یہ امر واقعہ ھے کہ الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانان ھند کی مذھبی اور سیاسی حالت میں ایک بالکل نئی حرکت پیدا کردی - پہلے وہ اپنے ھندو بھائیوں کی پولیٹکل سرگرمیوں سے نہ صرف الگ تھے ' بلکہ اسکی مخالفت کیلیے بیورو کریسی کے ھاتھہ میں ایک ھتیار کی طرح کام دیتے تھے - گورنمنٹ کی تفرقہ انداز پالیسی نے انہیں اس فریب میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ملک میں ھندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ھے ' ھندوستان اگر آزاد ھوگیا تو ھندو گورنمنٹ قائم ھوجائیگی - مگر الہلال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر اعتماد کرنے کی تلقین کی '

نہیں سمجھتی' وہ سمرنا اور تھریس کو صریح نا منصفانہ طور پر یونانیوں کے حوالہ کردیتی ہے' اور پھر تمام اسلامی آبادی کے قتل و غارت کا تماشا دیکھتی ہے -

انصاف کی پامالی میں اُسکی جرأت آن تھک اور دلیری بالکل بے باک ہے اور حقیقت کو جھٹلاتے ہوے اسکے منھہ میں کوئی لگام نہیں - سمرنا میں ۷۰ - فی صدی مسلمانوں کی آبادی ہے ' مگر وزیر اعظم بغیر کسی شرمندگی کے مسیحی آبادی کی کثرت کا اعلان کردیتا ہے - یونانی حکومت تمام اسلامی آبادی کو خون اور آگ کے سیلاب میں غرق کردیتی ہے ' لیکن وہ بے دھڑک ترکی مظالم کی فرضی داستانیں بیان کرتا رهتا ہے ' اور خود انگلستان کے بھیجے ہوے امریکن کمیشن کی رپورٹ پوشیدہ کردی جاتی ہے !

پھر نہ تو ان تمام مظالم و جرائم کیلیے اسکے پاس اعتراف ہے' نہ تلافی - بلکہ ملک کی جایز اور با امن جد و جہد کو پامال کرنے کیلیے ہر طرح کا جبر و تشدد شروع کردیا جاتا ہے ' اور وہ سب کچھہ کیا جاتا ہے جو گذشتہ ایک سال کے اندر ہوچکا ہے' اور ۱۸ - نومبر سے اسوقت تک ملک کے ہر حصہ میں ہو رہا ہے - میں اگر ایسی گورنمنٹ کو " ظالم " اور " یا درست ہو جاؤ یا مٹ جاؤ " نہ کہوں ' تو کیا " عادل " اور " نہ تو درست ہو' نہ مٹو " کہوں ؟

کیا صرف اسلیے کہ ظلم طاقتور ہے اور اسکے پاس جبل ہے ' اِسکا حق دار ہو جاتا ہے کہ اُسکا نام بدلدیا جاے ؟ میں اِٹلی کے نیک اور حریت پرست حورف میزینی (Massini) کی زبان میں کہونگا " ہم صرف اسلیے کہ تمہارے ساتھہ عارضی طاقت ہے' تمہاری برائیوں سے انکار نہیں کرسکتے " -

(" جرم " کا قدیم اور نا قابل شمار ارتکاب)

(۱۲) میں نہایت متعجب ہوں کہ میرے خلاف صرف یہی دو ناتمام اور نا کافی تقریریں کیوں پیش کیگئی ہیں ؟ کیا ان ہزاروں صفحات سے جو میرے قلم سے نکل چکے ہیں ' اور ان بے شمار تقریروں سے جنکی صدائیں ہندوستان کے ایک ایک گوشہ میں گونج چکی ہیں' صرف یہی سرمایہ گورنمنٹ بہم پہنچا سکی ؟

(موالات اور فوجی ملازمت)

میں نے اسی اڈریس میں اُس اسلامی حکم کی بھی تشریح کردی تھی جسکی بنا پر مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ موجودہ حالت میں گورنمنٹ سے " ترک موالات " کریں - یعنی کواپریشن اور اعانت سے ہاتھہ کھینچ لیں - یہی " ترک موالات " ہے، جو آگے چلکر " نان کواپریشن " کی شکل میں نمودار ہوا ' اور مہاتما گاندھی جی نے اسکی سربراہی کی -

اسی کانفرنس میں فوج کے متعلق وہ رزولیوشن منظور ہوا تھا ' جسمیں اسلامی قانون کے بموجب مسلمانوں کیلیے فوجی نوکری ناجائز بتلائی گئی تھي - کیونکہ گورنمنٹ اسلامی خلافت اور اسلامی ملکوں کے خلاف برسرپیکار ہے - کراچی کا مقدمہ اسی رزولیوشن کی بنا پر چلایا گیا - میں بار بار اخبارات اور تقریروں میں اعلان کرچکا ہوں کہ یہ رزولیوشن سب سے پہلے میں نے هي طیار کیا تھا ' اور میری هی صدارت میں تین مرتبہ منظور ہوا - سب سے پہلے کلکتہ میں - پھر بریلی اور لاهور میں - پس اس " جرم " کی تعزیر کا بھی پہلا حقدار میں هی ہوں -

میں نے اس اڈرس کو مزید اضافہ کے بعد کتاب کی شکل میں بھی مرتب کیا ' جو انگریزی ترجمہ کے ساتھہ بار بار شائع ہوچکا ہے - اور گویا میرے " جرائم " کا ایک تحریری ریکارڈ ہے -

(میری زندگی سرتا سر ۱۲۴ - ہے)

(١٥) میں نے گذشتہ دو سال کے اندر تنہا اور گاندھی مہاتما جي کے ساتھہ تمام هندوستان کا بار بار دورہ کیا - کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں میں نے خلافت ' پنجاب ' سوراج ' اور نان کواپریشن پر بار بار تقریریں نہ کی ہوں ' اور وہ تمام باتیں نہ کہی ہوں جو میری ان دو تقریروں میں دکھلائی گئی هیں -

دسمبر سنہ ۲۰ - میں انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کا بھي اجلاس ہوا ' اپریل سنہ ۲۱ - میں جمعیۃ العلماء کا بریلي میں جلسہ

اور بے خوف ہوکر ہندوؤں کے ساتھہ ملجانے کی دعوت دی - اسی سے وہ تبدیلیاں رو نما ہوئیں جنکا نتیجہ آج متحدہ تحریک خلافت و سواراج ہے - بیورو کریسی ایک ایسی تحریک کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کرسکتی تھی - اسلیے پہلے الہلال کی ضمانت ضبط کی گئی - پھر جب " البلاغ " کے نام سے دوبارہ جاری کیا گیا تو سنہ ۱۹۱۶ - میں گورنمنٹ آف انڈیا نے مجھے نظربند کردیا -

میں بتلانا چاہتا ہوں کہ " الہلال " تمامتر " آزادی یا موت " کی دعوت تھی - اسلام کی مذہبی تعلیمات کے متعلق اس نے جس مسلک بحث ونظر کی بنیاد ڈالی ، اسکا ذکر یہاں غیرضروری ہے - صرف اسقدر اشارا کرونگا کہ ہندوؤں میں آج مہاتما گاندھی مذہبی زندگی کی جو روح پیدا کر رہے ہیں ، الہلال اس کام سے سنہ ۱۹۱۴ - میں فارغ ہوچکا تھا - یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں ، دونوں کی نئی اور طاقتور سرگرمی آسی وقت شروع ہوئی ، جب دونوں میں مغربی تہذیب کی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوری طرح فروغ پالیا -

(خلافت کانفرنس کلکتہ)

(۱۴) چار سال کے بعد پہلی جنوری سنہ ۱۹۲۰ - کو میں رہا کیا گیا - اسوقت سے گرفتاری کے لمحہ تک ، میرا تمام وقت انہی مقاصد کی اشاعت و تبلیغ میں صرف ہوا ہے - ۲۸ - ۲۹ - فروری سنہ ۱۹۲۰ - کو اسی کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا تھا ، اور مسلمانوں نے مایوس ہوکر اپنا آخری اعلان کردیا تھا ،

" اگر برٹش گورنمنٹ نے مطالبات خلافت کی اب بھی سماعت نہ کی ، تو مسلمان اپنے شرعی احکام کی رو سے مجبور ہو جائینگے کہ تمام وفادارانہ تعلقات منقطع کرلیں " -

میں اس کانفرنس کا پریسیڈنٹ تھا -

میں نے اسکے طولانی پریسیڈنشل ایڈرس میں وہ تمام امور بہ تفصیل بیان کردیے تھے جو اسقدر ناقص شکل میں ان دو تحریروں کے اندر دکھلائے گئے ہیں -

یہی وجہ ہے کہ میں نے ہمیشہ لوگوں کو با امن جد و جہد کی تلقین کی اور اسکو کامیابی کی سب سے پہلی شرط قرار دیا - خود یہ تقریریں بھی اسی موضوع پر تھیں جیسا کہ پیش کردہ نقول سے بھی ثابت ہوتا ہے - میں اُن چند مسلمانوں میں سے ہوں جو بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہوں نے نہایت مضبوطی کے ساتھ مسلمانوں کو با امن جد و جہد پر قائم نہ رکھا ہوتا ' تو نہیں معلوم ' مسئلۂ خلافت کی وجہ سے انکا صدر آزما اضطراب کیسی خوفناک شکل اختیار کرلیتا ؟ کم از کم ہندوستان کے ہر حصہ میں ایک " مالیبار " کا منظر تو ضرور نظر آ جاتا -

(سی - آئی - ڈی کے رپورٹرز)

(۱۷) اب جبکہ میں ان دو تقریروں کے تمام اُن حصوں کا اقرار کرچکا ہوں جن سے پراسیکوشن استدلال کرسکتا ہے' تو کوئی مضائقہ نہیں ' اگرچہ چند الفاظ انکی پیش کردہ صورت کی نسبت بھی کہدوں -

سی - آئی - ڈی کے گواہوں نے بیان کیا ہے کہ میری تقریروں کے نوٹس بھی لیے گئے اور مختصر نویسی کے ذریعہ بھی قلمبند کی گئیں - جو کاپی داخل کی گئی ہے (اگزبیٹ اے - اور - سی) وہ مختصر نویس کی مرتب کی ہوئی ہے' لیکن یہ میری تقریروں کی ایک ایسی مسخ شدہ صورت ہے کہ اگر چند ناموں اور واقعات کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو میرے لیے شناخت کرنا بھی بہت مشکل تھا - وہ بلا شبہ ایک چیز ہے جو دور تک پھیلتی ہوئی چلی گئی ہے ' لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے ؟ محض بے جوڑ ' بے تعلق ' اور اکثر مقامات پر بے معنی جملے ہیں ' جو بغیر کسی ربط اور سلسلہ کے صفحوں پر بکھیر دیے ہیں - گرامر اور محاورہ دونوں سے انہیں یکقلم انکار ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹر تقریر سمجھنے اور قلمبند کرنے سے عاجز تھا - اسلیے درمیان سے جملوں کے جملے چھوڑتا جاتا ہے' اور تمام حروف ربط و تعلیل تو بالکل ہی حذف کردیے ہیں - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ تمام وہ الفاظ جنکی آواز یا اسپلنگ (اِملا) میں ذرا سا بھی تشابہ ہے' بالکل ہی بدل گئے ہیں' اور عبارت یا تو بے معنی ہوگئی ہے یا مضحکہ -

ہوا ' گذشتہ اکتوبر میں یو - پی پراونشل خلافت کانفرنس آگرہ میں منعقد ہوئی ' نومبر میں آل انڈیا علماء کانفرنس کا لاہور میں اجلاس ہوا - ان تمام کانفرنسوں کا بھی میں ہی صدر تھا - لیکن ان میں بھی تمام مقررین نے جو کچھ کہا ' اور صدارتی تقریروں میں میں نے جو خیالات ظاہر کیے ' اُن سب میں وہ تمام باتیں موجود تھیں ' جو ان دو تقریروں میں دکھلائی گئی ہیں - بلکہ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان سے بہت زیادہ قطعی و واضح خیالات ظاہر کیے گئے تھے ا

اگر میری ان دو تقریروں کے مطالب دفعہ ۱۲۴ - الف کا جرم ہیں ' تو میں نہیں سمجھتا کہ صرف پہلی اور پندرھویں جولائی ہی کا ارتکاب کیوں منتخب کیا گیا ہے ؟ میں تو اس کثرت کے ساتھ اس کا ارتکاب کرچکا ہوں کہ فی الواقع اسکا شمار میرے لیے ناممکن ہوگیا ہے مجھے کہنا پڑیگا کہ میں نے گذشتہ سالوں کے اندر بجز ۱۲۴ - الف کے اور کوئی کام ہی نہیں کیا ا

(نوان وایلنس نوان کواپریشن)

(۱۶) ہم نے آزادی اور حق طلبی کی اس جنگ میں " نان وایلنس نوان کواپریشن " کی راہ اختیار کی ہے - ہمارے مقابلے میں طاقت اپنے تمام جبر و تشدد اور خونریز وسائل کے ساتھ کھڑی ہے ' لیکن ہمارا اعتماد صرف خدا پر ہے اور اپنی عدم مختتم قربانی اور عدم متزلزل استقامت پر - مہاتما گاندھی کی طرح میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ کسی حال میں بھی ہتیار کا مقابلہ ہتیار سے نہیں کرنا چاہیے - اسلام نے جن حالتوں میں اسکی اجازت دی ہے ' میں اسے فطرۃ الہی اور عدل و اخلاق کے مطابق یقین کرتا ہوں - لیکن ساتھ ہی ہندوستان کی آزادی اور موجودہ جد و جہد کیلیے مہاتما گاندھی کے تمام دلائل سے متفق ہوں ' اور اُن دلائل کی سچائی پر پورا اعتقاد رکھتا ہوں - میرا یقین ہے کہ ہندوستان نان وایلنس جد و جہد کے ذریعہ فتح مند ہوگا ' اور اسکی فتح مندی اخلاقی و ایمانی طاقت کی فتحمندی کی ایک یادگار مثال ہوگی -

صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے ابتدائی تجربے کیلیے دو پولیس
سب انسپکٹروں کو تعلیم دلائی تھی - انہوں نے سب سے پہلے آزمائشی طور پر جن
پبلک تقریروں کو قلمبند کیا' میں بتلانا چاہتا ہوں کہ وہ میری اور شمس العلماء مولانا
شبلی نعمانی مرحوم کی تقریریں تھیں - ہم دونوں نے انجمن اسلامیہ ہردوئی کے
سالانہ جلسے میں لکچر دیے تھے - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا شبلی نے فی
منٹ ساٹھہ لفظوں کے رفتار سے تقریر کی تھی ' اور میری تقریر فی منٹ ۷۰ - سے
۹۰ تک تھی جیسا کہ خود مختصر نویسوں نے ظاہر کیا تھا - ظاہر ہے کہ یہ کوئی
تیز رفتار نہ تھی - تاہم جب انہوں نے اپنا کام مرتب کرکے دکھلایا تو بالکل ناقص
اور غلط تھا - اسکے بعد بھی مجھے بارہا اپنی تقریروں کے قلمبند کرانے کا اتفاق ہوا '
لیکن ہمیشہ ایسا ہی نتیجہ نکلا - ابھی حال کی بات ہے کہ خلافت کانفرنس آگرہ
میں میرا زبانی پریزیڈنشل ایڈریس ایک مشاق مختصر نویس سید غلام حسنین
نے قلمبند کیا جو عرصہ تک یو - پی کے محکمہ سی - آئی - ڈی میں کام کرنے
کے بعد مستعفی ہوا ہے - لیکن جب لانگ ہینڈ میں مرتب کرکے مجھے دکھلایا گیا
تو اسکا کوئی حصہ صحیح اور مکمل نہ تھا -

یہ تو اصل قاعدہ کا نقص ہے' لیکن جب اسپر مختصر نویس کی نا قابلیت
کا بھی اضافہ ہو جاے' تو پھر کوئی خرابی ایسی نہیں ہے جس سے انسانی تقریر
مسخ نہ کی جاسکے - کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت نے اس نقص کو اور زیادہ
پر مصیبت بنا دیا ہے - یہاں کے دیسی اور یورپین افسر خود اردو زبان سے بالکل
واقفیت نہیں رکھتے - حتی کہ معمولی طور پر بول بھی نہیں سکتے - انکے نزدیک
ہر وہ آدمی جو انگریزی زبان سے کسی مختلف لہجہ میں آواز نکالے' اردو کا اسکالر
ہے - نتیجہ یہ ہے کہ پولیس اور عدالت ان رپورٹروں اور مختصر نویسوں کو بطور
سند کے استعمال کررہی ہے' جن بیچاروں کی استعداد پر ہمیشہ ہملوگ تمسخر
کیا کرتے ہیں -

مثلاً میں نے نکم جولائی کی تقریر میں مشہور فرنچ شاعر اور ادیب ویکٹر ھیوگو کا قول نقل کیا تھا

" آزادی کا بیج کبھی بار آور نہیں ہوسکتا جب تک ظلم کے پانی سے اُسکی آبیاری نہ ہو "

مختصر نویس نے " ظلم " کی جگہ " دھرم " لکھدیا ھے جو صریح غلط اور بے موقعہ ھے - البتہ اسکی آواز " ظلم " سے مشابہہ ھے -

اسی طرح ایک مقام پر ھے

" اُنہوں نے جیل خانے کی مصیبت کو برباد کیا ھے "

حالانکہ مصیبت کو برباد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوسکتے - غالباً میں نے " برداشت کیا ھے " کہا ہوگا - یعنی اُنہوں نے جیل کی مصیبت جھیل لی ھے چونکہ دونوں لفظوں کی آواز ملتی جلتی ھے اور مختصر نویس خود فہم و امتیاز سے محروم ھے ' اسلیے " برداشت " کی جگہ " برباد " لکھ گیا !

(اُردو مختصر نویسی)

اصل یہ ھے کہ اُردو مختصر نویسی کا قاعدہ اور مختصر نویس کی نا قابلیت ' دونوں ان نقائص کیلیے ذمہ دار ھیں -

اُردو مختصر نویسی کا قاعدہ سنہ ۱۹۰۵ - میں کرسچین کالج لکھنؤ کے دو پروفیسروں نے ایجاد کیا ' جن میں سے ایک کا نام مرزا محمد ھادی - بی - اے ھے - میں اُس وقت لکھنؤ ھی میں تھا ' اسلیے مجھے ذاتی طور پر اُسکے دیکھنے اور موجدوں سے گفتگو کرنے کا بارھا اتفاق ہوا - مجھے معلوم ھے کہ اسکے موجدوں نے انگریزی علامات کو بہت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ منتقل کرلیا ھے ' لیکن وہ اُردو حروف و املاء کو پوری طرح محفوظ کردینے میں کامیاب نہ ہوسکے - خود انہیں بھی اس نقص کا ایک حد تک اعتراف تھا - لیکن وہ خیال کرتے تھے کہ مختصر نویس کی ذاتی قابلیت اور حافظۂ و مناسبت سے اسکی تلافی ہوجائیگی - میں اپنے ذاتی معلومات کی بنا پر کہتا ہوں کہ تجربے سے انکا خیال درست نہ نکلا

میں نے نظر بندی کے زمانے میں چارسال تک اپنی ڈاک کیا ہے خود ہی سنسر شپ کے فرائض بھی انجام دئے ہیں، کیونکہ جو سرکاری افسر اس غرض سے مقرر کیا گیا تھا، وہ اسقدر قابل آدمی تھا کہ اردو کے معمولی لکھے ہوئے خطوط بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ وہ اکثر میری ڈاک صرف دستخط کرکے بھیج دیتا، اور شب کو آکر مجھسے اسکا ترجمہ لکھوا لیتا!

جبکہ نظر بندی میں میں اپنی ڈاک کی خود ہی نگرانی کررہا تھا، تو شملہ اور دہلی کے حکام اپنی کارفرمائی پر نہایت نازاں تھے، اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے اپنے ایک خطرناک دشمن کو بالکل معذور اور معطل کردیا ہے!

اِسوقت بھی میرے علمی مسودات کلکتہ پولیس کے قبضہ میں ہیں - ان میں سب سے زیادہ خوفناک حرم، تاریخ، تفسیر قرآن، اور لٹریچر ہے!

میں یہاں عربی داں اشخاص کی دلچسپی کیلئے ان کتابوں کے چند نام درج کردیتا ہوں، جنہیں نہایت خوفناک سمجھکر پولیس نے شملہ بھیجا تھا، اور عرصہ تک سر چارلس کلیولینڈ کے حکم سے میری نظر بندی کے دیگر معاملات کی طرح انکی بھی تحقیقات ہوتی رہی

فتح القدیر شرح ہدایہ - طبقات الشافعیہ سبکی - ازالۃ الخفا - کتاب الام - مدونۂ امام مالک - مطالب عالیہ امام رازی - شرح حکمۃ الاشراق - شرح مسلم الثبوت تعسیر العلوم - کتاب المستصفی - کتاب اللمع -

اصل یہ ہے کہ کسی جرم کیلئے جو لٹریچر سے تعلق رکھتا ہو، کوئی ایسی عدالت منصفانہ کارروائی نہیں کرسکتی جو دائمی طور پر رائے قائم نہ کرسکے - نیز خود اس زبان سے واقف نہو - لیکن موجودہ بیورو کریسی علاوہ بیورو کریسی ہونے کے غیر ملکی بھی ہے، اسلئے ہر گوشہ میں اجنبی اقتدار کی غلامی کے نتائج کام کر رہے ہیں - عدالتیں ہندوستان کی ہیں اور ہندوستانیوں کیلیے ہیں، لیکن انکی زبان جزیرۂ برطانیہ کی ہے، اور اکثر حالتوں میں ایسے افراد سے مرکب ہیں جو ملکی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے!

میں وثوق کے ساتھہ کہہ سکتا ہوں کہ کلکتہ کی پولیس اور عدالتوں میں ایک شخص بھی اردو زبان کیلیے قابل اعتماد نہیں ہے - اگر یہاں اس حقیقت کا کچھہ بھی احساس ہوتا ' تو صرف یہی بات بطور ایک عجیب واقعہ کے خیال کی جاتي کہ میری تقریروں کیلیے پولیس اور سی - آئی - ڈی کے غریب رپورٹروں کی شہادت لی جارہی ہے ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ کم از کم یہ منظر ضرور میرے لیے تکلیف دہ ہے !

(مشرقی لٹریچر اور سرکاری وسائل علم)

یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں اپنے ڈیفنس کی غرض سے ان شہادتوں کی بے اعتمادی ثابت نہیں کر رہا ہوں - میں تو پورا پورا اقرار کرچکا - مقصود صرف دو باتوں کا اظہار ہے ۔

اولاً ' جو سرکاری مقدمات اردو تقریر و تحریر کی بنا پر چلاے جاتے ہیں ' انکے وسائل ثبوت کس درجہ ناکارہ اور نا قابل اعتماد ہیں ؟

ثانیاً ' ہندوستان کی بیوروکریسی کی ناکامیابی اور ناموافقت - وہ ڈیڑھہ سو برس تک حکومت کرکے بھی اس قابل نہیں ہوئی کہ ہندوستانی زبانوں کے متعلق صحیح اور مستند ذرایع سے معلومات حاصل کرسکتی - مجھے یاد ہے کہ جب اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ میں نظر بند کیاگیا ' اور بہار گورنمنٹ کے حکام اور پولیس افسر (جنکو اُردو زباں سے بمقابلۂ بنگال زیادہ تعلق ہے) تلاشی کیلیے آئے ' تو انہوں نے میری تمام کتابوں کو بھي ایک خوفناک لٹریچر سمجھکر نہایت احتیاط کے ساتھہ قبضہ میں کرلیا - یہ تمام کتابیں عربی اور فارسی زباں میں تہیں' اور تاریخ' فقہ' فلسفہ کا معمولي مطبوعہ ذخیرہ تھا جو بازاروں میں فروخت ہوتا رہتا ہے - صرف ایک کتاب " مطالب عالیہ " نامی قلمی تھی جو سب سے زیادہ پر اسرار سمجھی گئی - لطف یہ ہے کہ انکی فہرست ڈپٹي کمشنر کی درخواست سے مجھے ہی مرتب کرنی پڑي - کیونکہ تفتیش جرائم کے اس پورے کمیشن میں ایک شخص بھی اس قابل نہ تھا کہ کتابوں کے ٹائٹل پیج کو صحت کے ساتھہ پڑھہ لیتا !

جس طرح اس کشمکش کا آغاز ہمیشہ یکساں طور پر ہوا ہے، اسی طرح خاتمہ بھی ایک ہی طرح ہوا ہے - ہمیں معلوم ہے کہ اگر ہمارا جذبۂ آزادی و حق طلبی سچا اور اٹل ثابت ہوا، تو یہی گورنمنٹ جو آج ہمیں مجرم ٹھہرا رہی ہے، کل کو مدح میں محب الوطنوں کی طرح ہمارے استقبال پر مجبور ہوگی!

(بـــغـــاوت)

(۱۹) مجھ پر سڈیشن کا الزام عائد کیا گیا ہے، لیکن مجھے "بغاوت" کے معنی سمجھ لینے دو - کیا "بغاوت" آزادی کی اس جد و جہد کو کہتے ہیں جو ابھی کامیاب نہیں ہوئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں - لیکن ساتھ ہی یاد دلاتا ہوں کہ اسی کا نام قابل احترام حب الوطنی بھی ہے جب وہ کامیاب ہو جائے - کل تک آیرلینڈ کے مسلم لیڈر باغی تھے، لیکن آج ڈی ویلرا اور گریفتھ کیلئے برطانیۂ عظمی کونسا لقب تجویز کرتی ہے؟

اسی آیرلینڈ کے پارنل (Parnel) نے ایک مرتبہ کہا تھا "ہمارا کام ہمیشہ ابتدا میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا ہے"

(قانون "بقاء بالحق")

(۲۰) میں مسلمان ہوں، اور میرے یقین کیلئے وہ بس کرتا ہے، جو میری کتاب شریعت نے بتلایا ہے - قرآن کہتا ہے - جسطرح مادہ اور اجسام میں انتخاب طبیعی (Natural Selection) اور بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا قانون جاری ہے، اور فطرت صرف اسی وجود کو باقی رہنے دیتی ہے جو صحیح و اصلح ہو - ٹھیک اسطرح تمام عقائد و اعمال میں بھی یہی قانون کام کر رہا ہے - آخری مدح اسی عمل کی ہوتی ہے جو حق اور سچ ہو، اور اسلیے باقی و قائم رہنے کا حقدار ہو - پس جب کبھی انصاف اور نا انصافی میں مقابلہ ہوگا، تو آخر کی جیت انصاف ہی کے حصہ میں آئیگی و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال - (۱۳ ۱۸) رہیں پروہی چیز باقی رہیگی جو نافع ہو - غیر نافع "چھانٹ دی جائیگی -

یہی وجہ ہے کہ اب ہم اس گورنمنٹ سے اور کچھہ نہیں چاہتے - صرف یہ چاہتے ہیں کہ جسقدر بھی جلد ممکن ہو' وہ اپنے سے بہتر اور حقدار کیلئے اپنی جگہ خالی کردے -

(موجودہ حالت قدرتی ہے)

(۱۸) میں جیسا کہ ابتدا میں لکھہ چکا ہوں' خاتمۂ سخن میں بھی دہراؤنگا - آج گورنمنٹ جو کچھہ ہمارے ساتھہ کر رہی ہے' وہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے جسکے لیے خاص طور پر اُسے ملامت کی جاے - قومی بیداری کے مقابلے میں مقاومت اور جبر و تشدد تمام قابض حکومتوں کیلیے طبیعت ثانیہ (سکینڈ نیچر) کا حکم رکھتا ہے' اور ہمیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ ہماری خاطر انسانی طبیعت بدل دی جائیگی -

یہ قدرتی کمزوری افراد اور جماعت' دونوں میں یکساں طور پر نمود رکھتی ہے - دنیا میں کتنے آدمی ہیں جو اپنے قبضہ میں آئی ہوئی چیز صرف اسلیے لوٹا دینگے کہ وہ اُسکے حقدار نہیں ؟ پھر ایک پورے نظام کیلیے ایسی امید کیونکر کی جا سکتی ہے ؟ طاقت کبھی کسی بات کو صرف اس لیے نہیں مان لیتی کہ وہ معقول اور مدلل ہے - وہ بوجود بھی طاقت کی نمود کا انتظار کرتی ہے' اور جب وہ نمودار ہو جاتی ہے تو پھر ناواجب سے ناواجب مطالبہ کے آگے بھی جھک جاتی ہے - پس کشمکش اور انتظار ناگزیر ہے' اور ایک ایسی قدرتی بات ہے جسکو بالکل دنیا کے معمولی اور روز مرہ کاموں کیطرح بلا کسی تعجب و شکایت کے انجام پانا چاہیے -

میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تاریخ نے اس بارے میں انسانی ظلم و تعدی کے جو ہیبت ناک مناظر دکھلائے ہیں' انکے مقابلے میں موجودہ جبر و تشدد کسی طرح بھی زیادہ نہیں کہا جاسکتا - البتہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کمی اسلیے ہے کہ ابھی ملک کا جذبۂ قربانی ناتمام ہے' یا اسلیے ہے کہ ظلم زیادہ مکمل نہیں ؟ مستقبل اسکو واضح کردیگا -

میں نے اوپر کہیں کہا ہے کہ " سی - آئی - ڈی کا کام جہالت اور شرارت دونوں سے مرکب ہوتا ہے" نہ میں نے اس دائی علم کی بنا پر کہا جو بے شمار مقدمات کی بدولت مجھے حاصل ہے - تاہم میں تسلیم کرتا ہوں کہ سی - آئی - ڈی کے جن آدمیوں نے میرے خلاف شہادت دی ہے ' اُنہوں نے اُس اعتماد کے سوا جو اپنے کام پر ظاہر کیا ہے ' کوئی بات بھی غلط نہیں کہی ہے -

میری تقریریں جو پیش کیگئی ہیں' ان میں بھی میں کوئی بات شرارت کی نہیں پاتا - جسقدر انکے اغلاط اور نقایص ہیں' غالباً صرف ناقابلیت کا نتیجہ ہیں - ایک دو مقامات ایسے ہیں جنکی نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ دانستہ خراب کرکے دکھلائے ہیں - مثلاً جہاں جہاں میں نے لوگوں کو تا امن رہنے ' ہڑتال نہ کرنے ' ہر طرح کے مظاہرات سے مجتنب رہنے کی تلقین کی ہے ' وہ تمام حصوں سے بھی زیادہ اُلجھے ہوئے اور بے ربط ہیں - متعدد مقامات پر " امن " کو " ایمان " کردیا ہے جو وہاں بالکل بے ربط ہے - تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی قاعدہ کے نقص اور دائی ناقابلیت کیوجہ سے ہے نہ کہ شرارت سے -

البتہ میرا یقین ہے کہ انہوں نے اپنے کام پر جو اعتماد ظاہر کیا ہے' اور جس غرض سے یہ کام انجام دیا ہے ' وہ ضرور معصیت ہے - لیکن ساتھ ہی مجھے اُنکی کمزوری بھی معلوم ہے - وہ محض چند روپیوں کی نوکری کیوجہ سے ایسا کر رہے ہیں' اور اتنا قوی ضمیر نہیں رکھتے کہ سچائی کو ہر بات پر ترجیح دیں- پس میرے دل میں انکے لیے کوئی رنج اور ملامت نہیں ہے - میں اس کام کیلئے اُنہیں معاف کرتا ہوں ' اور دعا کرتا ہوں کہ خدا بھی معاف کردے -

پبلک پراسیکوٹر بھی جو ان مقدمات میں کام کر رہا ہے ' میرا ایک ہم وطن بھائی ہے - اسکی ضمیر تا رائے میرے سامنے نہیں ہے - محض مزدوری ہے ' جو اس کام کیلیے وہ گورنمنٹ سے حاصل کرتا ہے - پس اسکی طرف سے بھی میرے دل میں کوئی رنج نہیں - البتہ میں ان سب کے لیے وہي دعا مانگونگا جو پیغمبر اسلام نے ایک موقعہ پر مانگی تھی " خدایا ! ان پر راہ کھول دے ' کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں؟ "

یہی وجہ ہے کہ قرآن کی اصطلاح میں سچائي کا نام " حق " ہے ' جسکے معنی ہی جم جانے اور ثابت ہو جانے کے ہیں - اور جھوٹ اور بدي کا نام باطل ہے ' جسکے معنی ہی مٹ جانے کے ہیں ان الباطل کان زھوقا - باطل تو صرف اسي لیے ہے کہ مٹ جاے !

پس آج جو کچھہ ہورہا ہے ' اسکا فیصلہ کل ہوگا - انصاف باقي رہیگا - نا انصافی مٹادی جائيگی - ہم مستقبل کے فیصلہ پر ایمان رکھتے ہیں !

البتہ یہ قدرتی بات ہے کہ بدلیوں کو دیکھکر بارش کا انتظار کیا جاے - ہم دیکھہ رہے ہیں کہ موسم نے تبدیلی کی تمام نشانیاں قبول کرلی ہیں - افسوس ان آنکھوں پرجو نشانیوں سے انکار کریں !

میں نے انہی تقریروں میں جو میرے خلاف داخل کی گئی ہیں' کہا تھا " آزادی کا بیج کبھی بارآور نہیں ہوسکتا جب تک جبر و تشدد کے پانی سے اُسکی آبیاری نہو "

لیکن گورنمنٹ نے آبیاری شروع کردی ہے !

میں نے انہی میں کہا تھا " مطلق خلافت کی گرفتاریوں پر کیوں مغموم ہو؟ اگر تم فی الحقیقت انصاف اور آزادی کے طلبگار ہو' تو جیل جانے کیلیے طیار ہو جاؤ - علی پور کا جیل اسطرح بھر جاے کہ اسکی کوٹھریوں میں چوروں کیلیے جگہ باقی نہ رہے "

فی الحقیقت جگہ باقی نہیں رہی ہے - پریسیڈنسی اور سنٹرل جیل کا بڑا حصہ معمولی قیدیوں سے خالی کردیا گیا - پھر بھی جگہ کافی نہ ہوئی - نیا جیل بنایا گیا - وہ بھی آناً فآناً بھر گیا - جگہ نکالنے کیلیے سیکڑوں قیدي رہا کردیے گئے' لیکن ان سے دگنے نئے آگئے - اب مزید نئے جیل بنائے جا رہے ہیں !

(سرکاری وکیل ' پولیس ' اور مجسٹریٹ)

(۲۱) قبل اسکے کہ میں اپنا بیان ختم کروں ' اپنے آں ہم وطن بھائیوں کي نسبت بھي ایک دو جملے کہونگا ' جواس مقدمہ میں میرے خلاف کام کررہے ہیں-

آخـــري پيشـــي

—•☰•☰•—

(۹ - فروري سنه ۱۹۲۲ع)

—•(☰)•(☰)•—

صـــرف ايک ســـال قيـــد با مشقت !

—•[☰|☰]:•—

" يـه اُس سے بهت کم هے جس کا میں متـــوقع تها ! "

—————•:(|] •:[|):•———

۹ - فروري سے پہلے مولانا کی جانب سے حسب ذیل اُمور کا زبانی اور بذریعہ اخبار اعلان کیا گیا

(۱) ۹ - فروري کو کوئی شخص عدالت کي کارروائی دیکھنے کیلیے نہ آے - نہ کسی طرح کا هجوم سڑکوں پر هو -

(۲) یہ یقینی هے کہ اُنهیں سزا کا حکم سنایا جائیگا - پبلک کو چاهیے کہ پورے صبر و سکون کے ساتهہ اسکی منتظر اور متوقع رهے - کوئی هڑتال نہیں هونی چاهیے - نہ کسي طرح کا غیر معمولي مظاهرہ کرنا چاهیے -

(۳) ۹ - کو لوگ جیل کي طرف بهي هجوم نہ کریں - اور نہ اُنهیں دیکهنے کیلیے جد و جهد کریں - صرف اپني معمولي روزانہ جد و جهد جاري رکهیں ' اور جهانتک ممکن هو اسکي سرگرمي بڑهائیں -

بعض کارکنان خلافت و کانگرس نے غلطی سے کارخانوں اور سرکاری محکموں میں کام کرنے والوں کو هڑتال کے ارادے سے نہیں روکا تها اور خاموشی اختیار کرلی تهی - ۷ - کو جب مولانا کو معلوم هوا تو اُنهوں نے فوراً رکوادیا ' اور هر جگہہ یہ بات پہنچا دي گئی کہ هر شخص انکے لیے کچهہ کرنا چاهتا هے ' اُس کے اظهار محبت و عقیدت کی صرف یہی راہ هے کہ والنٹیر بن جاے اور جیل جانے کیلیے طیار هو جاے - هڑتال اور مظاهرہ نہ صرف اصول کے خلاف هے ' بلکہ مقاصد کیلیے مضر بهی هے -

(ناقض ما انت قاض !)

میں مجسٹریٹ کی نسبت بھی کچھہ کہنا چاھتا ھوں - زیادہ سے زیادہ سزا جو اسکے اختیار میں ھے' بلا تامل مجھے دیدے - مجھے شکایت یا رنج کا کوئی احساس نہ ھوگا - میرا معاملہ پوری مشنری سے ھے - کسی ایک پرزے سے نہیں ھے - میں جانتا ھوں کہ جب تک مشین نہیں بدلیگی ' پرزے اپنا فعل نہیں بدل سکتے -

میں اپنا بیان اٹلی کے مقتول صداقت گارڈینو برونو کے لفظوں پر ختم کرتا ھوں' جو میری ھی طرح عدالت کے سامنے کھڑا کیا گیا تھا

" زیادہ سے زیادہ سزا جو دی جاسکتی ھے ' بلا تامل دیدو - میں یقین دلاتا ھوں کہ سزا کا حکم لکھتے ھوے جسقدر جنبش تمہارے دل میں پیدا ھوگی ' اسکا عشر عشیر اضطراب بھی سزا سنکر میرے دل کو نہ ھوگا "

(خـــاتمـــہ)

مسٹر مجسٹریٹ ! اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہ لونگا - یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ھے ' جسکی ترتیب میں ھم دونوں یکساں طور پر مشغول ھیں - ھمارے حصہ میں یہ مجرموں کا کٹہرا آیا ھے - تمہارے حصہ میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی - میں تسلیم کرتا ھوں کہ اس کام کیلیے وہ کرسی بھی اتنی ھی ضروری چیز ھے ' جسقدر یہ کٹہرا - آؤ ' اِس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کردیں - مورخ ھمارے اِنتظار میں ھے' اور مستقبل کب سے ھماری راہ تک رھا ھے - ھمیں جلد جلد یہاں آنے دو' اور تم بھی جلد جلد فیصلہ لکھتے رھو - ابھی کچھہ دنوں تک یہ کام جاری رھیگا - یہانتک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جاے - یہ خدا کے قانون کی عدالت ھے - وقت اُس کا جج ھے - وہ فیصلہ لکھیگا ' اور اُسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ھوگا ! و الحمد لله اولا و اخرا -

۱۱ - جنوری سنہ ۱۹۲۲ع

احمد

پریسیڈنسی جیل - علی پور ـــ کلکتہ

اُنہیں سزا دی جائیگی - لوگوں کو چاہیے کہ پورے نظم و سکون کے ساتھ اُسکے سننے کیلیے طیار رہیں - ہڑتال وغیرہ کیلیے اُنہوں نے کہا کہ " ہم ایک سال سے کہتے آئے ہیں کہ کامیابی اسی پر موقوف ہے کہ خاموشی کے ساتھ لوگ گرفتار ہوجائیں - چنانچہ ہزاروں آدمیوں نے اپنے تئیں گرفتار کرادیا - اب جب ہم خود گرفتار ہوے ہیں تو ہمیں بھی اپنے لیے وہی پسند کرنا چاہیے جو ہم نے دوسروں کیلیے پسند کیا تھا - یہ نہایت افسوس ناک غلطی ہوگی اگر ہماری سزا یابی کیلیے ہڑتالیں کی گئیں ' یا ہمیں چھوڑ دینے کیلیے کسی ایک ہندوستانی نے بھی کام چھوڑا "

اس پیغام نے نہایت تعجب انگیز اثر پیدا کیا جسکی خود گورنمنٹ کو بھی توقع نہ تھی - تمام لوگ جو جوش و اضطراب میں بے قابو ہو رہے تھے' پتھر کی طرح اپنی اپنی جگہہ جم گئے - ہڑتال کا ارادہ بالکل فسخ کردیا گیا - اور ۹ - کو عدالت اور جیل میں بھی کسی طرح کا ہجوم نہیں ہوا -

با ایں ہمہ گورنمنٹ کے ارکان مطمئن نہ تھے اور دیکھہ رہے تھے کہ گیارہ بجے کے بعد کیا صورت پیش آتی ہے ؟ اسلیے گیارہ بجے تک جیل میں کوئی خبر نہیں دی گئی کہ کارروائی کہاں ہوگی ؟ کورٹ میں یا جیل میں ؟ جب گیارہ بج چکے اور کسی طرح کی بہتر عدالت میں نہیں ہوئی ' تو مولانا طلب کیے گئے - بارہ بجے وہ پہنچے - اُسوقت ایک مقدمہ کی کارروائی ہو رہی تھی - لیکن مجسٹریٹ نے عارضی طور پر اُسے ملتوی کرکے مولانا کو طلب کیا - اور فیصلہ سنایا - فیصلہ یہ تھا کہ ایک برس قید با مشقت -

مولانا نے فیصلہ سنکر مجسٹریٹ سے مسکراتے ہوے کہا " یہ تو اُس سے بہت کم ہے جسکی مجھے توقع تھی ! " مجسٹریٹ ہسنے لگا اور مولانا برامدے میں واپس آگئے -

یہاں کورٹ انسپکٹر موجود تھا جو اُنہیں اپنے آفس روم میں لے گیا اور کہا مجھے آپ معاف کرینگے اگر میں چند منٹ آپکو یہاں بٹھاؤں اور ضابطہ کی کارروائی انجام دیدوں - مولانا نے کہا میں یہ "چند منٹ" ایک سال با مشقت

اگرچہ یہ تمام کارروائیاں علانیہ ہو رہی تھیں - افسران جیل کی موجودگی میں وہ تمام پیغامات دیتے تھے اور لکھواتے تھے اور پھر اخبارات میں بھی شائع ہو جاتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ارکان حکومت کو اطمینان نہ تھا -

مولانا اور مسٹر داس کے مقدمات میں عدالت کی جانب سے پے درپے التواء کیا گیا - گورنمنٹ کا تذبذب اور اضطراب بھی برابر ظاہر ہوتا رہا - نیز راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی تجویز اور نام نہاد مصالحت کی کارروائیاں بھی جاری رہیں - ان تمام اسباب سے پبلک کو یہ توقع ہوگئی تھی کہ شاید اُنہیں رہا کردیا جائے - زیادہ تائید اس بات کی کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت سے بھی ہوتی تھی جس کی طرف سے مقامی گورنمنٹ کی تشویش روز بروز بڑھتی جاتی تھی ، اور بار بار یہ افواہیں مشہور کی جاتی تھیں کہ بہت جلد اُنہیں رہا کردیا جائیگا - گورنمنٹ کو بڑی تشویش مزدوروں کے ہڑتال سے تھی - علی الخصوص خضرپور ڈک کے مزدوروں اور شہر کے تمام خانساموں وغیرہ سے جو پندرہ بیس ہزار کی تعداد میں ہوٹلوں اور انگریزوں کے پرائیوٹ مکانوں میں کام کرتے ہیں - اُن کا ایک دن کیلیے بھی ہڑتال کرنا تمام انگریزی آبادی کی زندگی دشوار کردے سکتا ہے - اسی طرح ڈک کے مزدوروں کی جماعت بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اگر کام چھوڑدے تو اس کا کام ایک دن کیلئے بھی دوسرے آدمی نہیں چلا سکتے - تمام تجارت اور مال کی درامد برامد اسی پر موقوف ہے -

خانساموں اور ڈک کے مزدوروں کی باقاعدہ یونین قائم ہے - دونوں نے فی الواقع ہڑتال کا ارادہ کرلیا تھا - ڈک کے مزدور تو انکی گرفتاری پر ہڑتال کر بھی چکے تھے لیکن کانگرس کمیٹی نے بہ مشکل سمجھا بجھا کے کام پر لگایا -

اسی طرح تمام سرکاری کالجوں کے طلبا کی نسبت بھی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ بمجرد اعلان سزا کے کالجوں سے نکل آئینگے - انھی اسباب سے فیصلہ میں تاخیر کی جارہی تھی -

لیکن مولانا نے ۷ - کو ایک پیغام تمام اخبارات میں اس مضمون کا شائع کرایا کہ اُنکے مقدمہ کی نسبت کوئی غلط توقع لوگ نہ باندھیں - یہ قطعی ہے کہ

نقل و ترجمہ فیصلۂ عـــدالت

مقدمہ نمبری ۲۸ - سنہ ۱۹۲۲

قیصـــر ہنـــد

بنام

محی الدین احمد عرف مولانا ابو الکلام آزاد

فیصلـــہ

اس مقدمہ میں مولانا ابو الکلام آزاد زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند مجرم قرار دیے جاتے ہیں ' کیونکہ اُنہوں نے پہلی جولائی سنہ ۲۱ - کو مرزا پور اسکوائر کلکتہ میں مسئلۂ خلافت ' پنجاب ' اور آزادی وطن کے مضامین پر' اور نیز ۱۵ - جولائی سنہ ۲۱ - کو اُسی مقام پر مسئلہ ترک موالات وغیرہ پر اُردو میں تقریر کرتے ہوئے ' ایسے الفاظ استعمال کیے ' جن کے ذریعہ گورنمنٹ قائم شدہ ذریعے قانون کے خلاف لوگوں میں نفرت و حقارت پھیلانے کی کوشش کی -

اِستغاثہ کی طرف سے جو شہادتیں پیش ہوئی ہیں ' اُن سے حسب ذیل واقعات ثابت ہوئے ہیں مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر پولس اسپشل برانچ نے یہ اطلاع پائی تھی کہ یکم جولائی کو مرزا پور پارک میں کوئی جلسہ ہونیوالا ہے ' اپنے اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد ' انسکٹر ایس - کے - گھوسال سب انسپکٹر محمد اسمعیل ' اور ایس - سی کر کو جلسہ کی کار روائی اور تقریروں کے نوٹ لینے کے لیے متعین کیا -

افسران مذکور جلسہ میں شریک ہوئے - اُنہوں نے تمام کار روائی اور تقریروں کے نوٹ لیے - ان میں ملزم کی تقریر بھی ہے جو اُس جلسہ کے صدر تھے - جلسہ میں تقریباً بارہ سو آدمیوں کا اجتماع تھا - جلسہ کا مقصد خلافت کے تین مبلغ . سعید الرحمن ' اجودھیا پرشاد ' اور جگدمبا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تھی -

میں شمار نہ کرونگا - یہاں اُس نے سزا کے رجسٹر میں حسب قاعدہ اُنکا نام، ولدیت عمر، حلیہ، قد، اور دستخط کا اندراج کرلیا - اُسکے بعد وہ جیل کی گاڑی میں مسلح پولیس کے ساتھہ روانہ کردیے گئے -

اس طرح کامل ساٹھہ دن کے بعد یہ کہانی ختم ہوگئی - اور جس شخص کو ایک دن کیلیے بھی قید کرنا گورنمنٹ کیلیے آسان نہ تھا، اور بغیر اسکے ممکن نہ تھا کہ لاکھوں انسانوں کے اضطراب پر غلبہ حاصل کیا جاے، وہ اس آسانی اور خاموشی کے ساتھہ ایک برس کیلیے قید خانے میں بھیجدیا گیا! یہ فی الحقیقت نوان کواپریشن کے نظم و طاقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت ہے!

عدالت کا فیصلہ (جیساکہ توقع تھی) نہایت مختصر ہے - نہ تو استغاثہ کی تشریح کی گئی ہے، نہ الزام کے اثبات کے وجوہ و دلائل بیان کیے ہیں - حتی کہ یہ بات بھی اُس سے معلوم نہیں ہوسکتی کہ ملزم نے کن الفاظ کے ذریعہ ۱۲۴ - الف کا ارتکاب کیا ہے؟ اور کیونکر اسکی تقریریں اس دفعہ کے ماتحت آتی ہیں؟ البتہ اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ملزم نے تقریروں کے تمام وہ حصے تسلیم کرلیے جو گورنمنٹ کے متعلق تھے - مگر وہ کیا ہیں؟ ان پر کوئی توجہ نہیں کی گئی - بہتر یہ تھا کہ سزا کی بنیاد اسی بات پر رکھدی جاتی کہ ملزم نے نہایت صفائی کے ساتھہ اپنے "مجرم" ہونے کا بار بار اظہار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ بحالت موجودہ آزادی اور حق کا مطالبہ ہی جرم ہے!
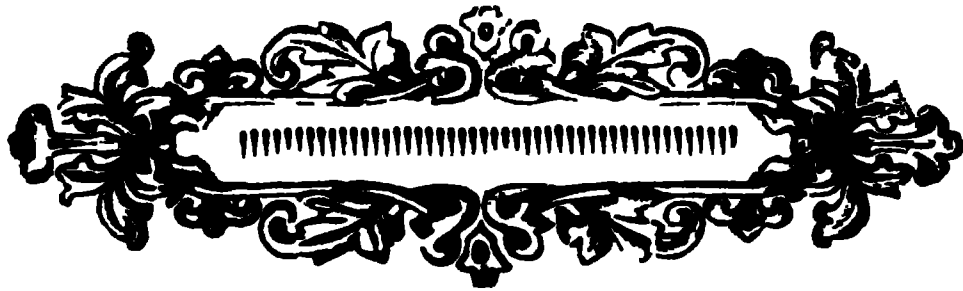
انواللیث اور دوسرے افسروں نے حلفیہ بیان کیا ہے کہ جو نوٹ انہوں نے لیے ہیں، اور جو مشترکہ رپورٹ انہوں نے داخل کی ہے، وہ درست اور سچی ہیں -

راما چرن چٹرجی نے بھی حلفیہ بیان کیا ہے کہ دونوں نقلوں کا جو ترجمہ اسنے کیا ہے، وہ صحیح اور اصلی ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ میں انکی سچائی میں شبہہ کروں -

ملزم نے ایک طویل بیان داخل کیا ہے جو گورنمنٹ کی برائیوں کی داستان سے پر ہے - اسمیں نہایت تشریح کے ساتھہ ان تمام کارروائیوں کو دکھایا ہے جنکی وجہ سے وہ گورنمنٹ کو " ظالم گورنمنٹ " کے نام سے تعبیر کرتا ہے، اور نیز اپنی ان تمام کارروائیوں کا ذکر کیا ہے جو ان غیر قانونی کارروائیوں کے خلاف اُس نے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ اُسکی تقریروں کی نقل بالکل ناقص، غلط، اور مسخ شدہ ہے، اور محض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معنی جملوں کا مجموعہ ہے - لیکن بہرکیف وہ اُن تمام حصوں کو تسلیم کرتا ہے جنمیں گورنمنٹ کی نسبت خیالات کا اظہار کیا گیا ہے - یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جہد کی اپیل کی گئی ہے -

میں نے نہایت احتیاط سے یہ تقریریں پڑھی ہیں اور انپر کامل غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ باغیانہ ہیں -

ور کہ ملزم نے ان تقریروں کے ذریعہ گورنمنٹ قائم شدہ از روے قانون کے خلاف نفرت حقارت پھیلانے کی کوشش کی -

میں ملزم کو حسب دعوی استغاثہ مجرم پاتا ہوں - اور زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند ایک سال قید با مشقت کی سزا دیتا ہوں -

(دستخط) ڈی - سونہو

چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ - کلکتہ

۹ - فروری سنہ ۱۹۲۲

مندمله اور مقررون کے ملزم نے بھي اُردو میں ایک طویل تقریر کی
اُنکي تقریرون کے نوٹ اُردو شارٹ ھینڈ رپورٹر ابواللیث محمد نے اور کچھہ حصے
دوسرے پولیس کے افسرون نے لیے - یہ نوٹ مسٹر گولڈي کے سامنے پیش ھوے -
اُنھون نے اُنپر اپنے دستخط ثبت کردے -

ابواللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اُسکي نقل مسٹر گولڈي کے پاس
بھیجدي - دوسرے پولیس افسرون نے بھي اپنے اُسي لانگ ھینڈ نوٹ کی ایک
مشترکہ رپورٹ* افسر مذکور کے پاس بھجدي تھی -

۱۵ - جولائی سنہ ۲۱ - کو مسٹر گولڈي نے اُسي اُردو شارٹ ھینڈ رپورٹر
ابواللیث محمد ' انسپکٹر بی - ڈی مکرجي ' سب انسپکٹر محمد اسمعیل '
اور ایس - سی کر کو ایک دوسرے جلسہ کی کارروائیون اور تقریرون کے نوٹ لینے
کے لیے متعین کیا - جو اسی مقام پر ھونے والا تھا -

ملزم حاضرین جلسہ میں تھے - اُنھون نے مذکورۂ بالا خلافت کے تین مبلغین:
سعید الرحمن ' - جگدمبا پرشاد اور اجودھیا پرشاد ' کی سزا یابی کے خلاف اُردو میں
تقریر کی ' اور لوگون کو اس بات کی تلقین کی اور شوق دلایا کہ وہ بھی انکی پیروی
کریں اور جیل جائیں - جلسہ میں ۱۰ - ھزار کا مجمع تھا - ابواللیث نے ملزم
کی تقریر کے نوٹ اُردو شارٹ ھینڈ میں لیے - اور دوسرے افسرون نے اُنکے کچھہ
حصے لانگ ھینڈ میں لیے -

ابواللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اسکی نقل ' اور دیگر افسرون نے ایک
مشترکہ رپورٹ مسٹر گولڈي کے سامنے پیش کردی -

ابواللیث کی اُردو کی دونون نقلون کا ترجمہ سرکاری مترجم مسٹر باما چرن
چٹرجی نے کیا ھے - مسٹر گولڈي نے نقل اور ترجمہ ملنے کے بعد ملزم کی مذکورۂ
تقریرون کے خلاف دفعہ ۱۲۴- الف کے ماتحت گرفتار کرنے کی درخواست گورنمنٹ
آف بنگال سے کی - اور ۲۲ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو سینکشن حاصل کیا -

اسنے اس سینکشن کي تصدیق بھي کردي ھے -

کافی جرم ہے - بنگال و آسام میں صرف پولیس افسروں کی مرضی کا نام حکومت اور قانون ہے - کلکتہ کی سڑکوں پر بے شمار آدمی گرفتار کرلیے گئے جو گاڑھا پہنے ہوے تھے ' یا چاند اور تارے کا نشان اُن کی ٹوپی پر تھا - جلسوں کی ممانعت کا آرڈر بھی ہر جگہہ نافذ کیا گیا ہے - گرفتاریاں بھی آخری حد تک پہنچ گئی ہیں - پنجاب میں لالہ لاجپت راے جی اور اُن کے ساتھہ چار اعلی عہدہ داران کانگریس گرفتار کرلیے گئے - جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ گورنمنٹ تحریک کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کرلینے کے لیے طیار ہوگئی ہے - گذشتہ دو ہفتہ کے اندر وائسراے اور گورنر بنگال کی طرف سے بار بار اعلان بھی ہوچکا ہے کہ اب گورنمنٹ کی جانب سے کسی طرح کی کوتاهی نہ ہوگی -

(بے بسی کا غصہ !)

۱۷ - تاریخ کی مکمل ہڑتال اور پرنس آف ویلز کے ورود کے کامیاب بائیکاٹ نے گورنمنٹ کو بے بس کردیا - بے بسی نے اب غیظ و غضب کی صورت اختیار کرلی ہے - گورنمنٹ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ آیندہ ہڑتال کو روکا جائیگا - کلکتہ میں پولیس پورا زور لگا رہی ہے کہ لوگ سہم جائیں اور ہڑتال نہ ہوسکے - سول گارڈ کا قیام خلافت والنٹیرز کا جواب ہے ' اور اس ذریعہ سے تمام آبادی کو مرعوب کیا جا رہا ہے -

والنٹیر کوروں کو توڑ کر ' جلسوں کی ممانعت کرکے ' اور کارکنوں کو کثرت کے ساتھہ گرفتار کرکے گورنمنٹ چاہتی ہے کہ تحریک کا خاتمہ کردے - اس نے خیال کیا ہے کہ تحریک کی ہستی اور تبلیغ کے صرف تین ہی ذریعے ہیں : والنٹیرز ' جلسے ' لیڈر - ان سب پر بہ یک وقت وار کرکے وہ اپنے کام سے پوری طرح فارغ ہو جائیگی -

(تشدد اور برداشت کا مقابلہ)

ہم نے گورنمنٹ کے تشدد کا ہمیشہ استقبال کیا ' ہم نے صرف استقبال ہی نہیں کیا بلکہ آرزوئیں کی - گورنمنٹ نے کراچی رزولیوشن کو جرم قرار دیا ' تو

۱

(از پیغام ۹ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ع)

آخری منزل کے آثار پھر شروع ہوگئے

بار ہواے جمدم آرزر ست
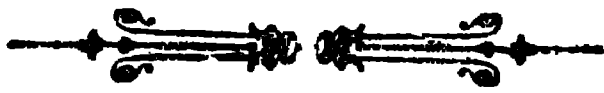
وقت آگیا ہے کہ اسلام اور ملک کا ہر فرزند بھی

آخری آزمائش کے لیے طیار ہوجاے

وکم من فئة قلیلة ، غلبت فئة کثیرة باذن اللہ ، واللہ مع الصابرین !

" کتنی ہی چھوٹی اور کم تعداد جماعتیں ہیں ، جو اللہ کے حکم سے بڑی تعدادوں پر غالب آ گئیں ؟ مگر شرط کامیابی صبر ہے - کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں ہی کا ساتھہ دیتا ہے ! "

مقدمۂ کراچی کی گرفتاریوں کے بعد حیرانی و درماندگی کی جو خاموشی چھا گئی تھی ، بالاخر ٹوٹی اور گورنمنٹ نے آخری حملے کے لیے ہتیار اٹھا لیے - وہ اب ایک نئی شان کے ساتھہ آگے بڑھی ہے - اس میں طاقت سے زیادہ طیش ہے ، اور طیش کے ساتھہ غصہ کی گھبراہٹ بھی مل گئی ہے - وہ گویا ضبط کرتے کرتے اُکتا گئی - اب حریف کی طرح مقابلہ نہیں کرے گی - غیظ و غضب میں بھرے ہوے آدمی کی طرح ٹوٹ پڑیگی - بنگال ، آسام ، یوپی ، دہلی ، اور پنجاب میں والنٹیر کورز توڑ ڈالی گئی ہیں - خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے دفتروں پر چھاپے مارے گئے ہیں - عہدہ داروں کو بے دریغ گرفتار کیا جا رہا ہے - اکثر حالتوں میں سفید ٹوپی اور گاڑھے کا لباس گرفتاری کیلیے

نہ اُترے - ہم نے خدا کا نام لیا ' اور اُسکی شریعت کے حکموں کی اطاعت کی راہ میں قدم اُٹھایا - ہم نے خود ہی اپنے ایمان و نفاق کے لیے معیار بنادیا ' اور ہم نے تمام دنیا کو دعوت دی کہ وہ ہم میں سے مومنوں کو منافقوں میں سے چن لے - ہم نے کہا کہ ایمان کی گھڑی ہے اور اسلام کا فیصلہ ہے - پس مومن وہ ہے جو وقت کا فرض انجام دے ' اور منافق وہ ہے جو وقت پر پیٹھ دکھلا دے ' یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ ' فاما الذین اسودت وجوھھم ' اکفرتم بعد ایمانکم ' فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون - و اما الذین ابیضت وجوھھم ' ففی رحمت اللہ ' ھم فیھا خالدون !

یہ سب کچھہ ہم نے اپنی مرضی اور اپنی طلب سے کیا - خدا اور اس کے فرشتے ہماری زبانوں اور ہمارے دلوں پر گواہ ہیں - پھر اگر آج آزمایش کی گھڑی آگئی ہے اور منزل سامنے ہے جس کے لیے ہم اس قدر دعوے کرچکے ہیں ' تو کیا ہم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بھلا دینگے ؟ کیا اپنے تمام اعلان واپس لے لیں گے ؟ کیا ہمارا دعوا دھوکا ثابت ہوگا ' اور ہمارا اعلان محض فریب کا تماشا ہوگا ؟ کیا ہم نے جو کچھہ کہا وہ جھوٹ تھا ؟ اور ہم نے اپنے ایمان اور حق کے لیے جو کچھہ سمجھا وہ دھوکا تھا ؟ کیا ہم خدا اور اس کی سچائی سے منھہ موڑلینگے ؟ کیا ہم ایمان کی اس سب سے چھوٹی آزمائش میں بھی پورے نہ اُترینگے ؟ کیا مشکلیں ہم کو ہرا دینگی ؟ تکلیفیں ہمیں ڈرا دینگی ؟ اور گرفتاریوں کا ہراس ہمارے ایمان پر غالب آ جائیگا ؟

دنیا ہماری طرف تک رہی ہے - تاریخ کے صفحات ہمارے انتظار میں ہیں - ہزاروں لاکھوں شہیدان ظلم کی نگاہیں ہم پر لگی ہوئی ہیں - سمرنا اور ایشیاے کوچک کی خون آلود سر زمین سے ہمارے لیے صدائیں اُٹھہ رہی ہیں اور ہندستان کی پامال سر زمین کا ایک ایک ذرہ ہماری کھوج میں ہے - کیا ہمارا وجود ان سب کے لیے مایوسی ہوگا ؟ کیا ہماری نامرادی و بدبختی کی سرگزشتیں لکھی جائینگی ؟ کیا تاریخ کو ہم صرف اپنی منحوس ناکامی ہی کی کہانی دے سکتے ہیں ؟ کیا آنے والی نسلوں کی زبان پر ہمارے لیے صرف نفرتیں اور لعنتیں ہی

هم میں سے هزاروں دلوں نے منتیں کیں کہ اُنھیں بھی گرفتار کرلیا جاے - لیکن گورنمنٹ برابر قدم اُٹھا کے پیچھے هي هٹتی رهی - اب پھر اُس نے قدم بڑھایا ھے - هم اُس کا ' اُسکے تمام ساز و سامان کا ' اُس کے هر طرح کے جبر و تشدد کا ' اُس کے زیادہ سے زیادہ غیظ و غضب کا ' اُس کے اس آخری اعلان جنگ کا پوری آمادگی و قبولیت کے ساتھہ استقبال کرتے هیں ' اور همارا اعلان ھے کہ هم آخر تک میدان کو پیٹھہ نہ دکھلائیں گے -

اب جبر و تشدد اور برداشت میں آخري مقابلہ شروع هوگیا ھے - فتح اس کی هوگی جو زیادہ طاقتور هوگا اور زیادہ دیر تک میدان میں ٹک سکے گا - اگر گورنمنٹ کی طاقت ملک کے برداشت سے زیادہ ھے' تو جیت اُس کی ھے - اگر ملک کی برداشت گورنمنٹ کی طاقت سے زیادہ ھے تو ملک کی فتح مندي کو کوئی طاقت روک نہیں سکتي -

(آخري منزل اور همارا فرض)

اگر سچ مچ گورنمنٹ کا یہ آخري وار ھے ' تو هم کو بھی سمجھہ لینا چاهیے کہ " سفر کي آخری منزل " آگئی ' اور اسلیے هم کو بھی آخری آزمائش کے لیے طیار هوجانا چاهیے - هم نے دو سال سے جس قدر اعلان کیے هیں ' اب وقت آگیا ھے کہ اُن میں سے هر اعلان اپنی حقیقت کے لیے مطالبہ کرے - هم نے دو سال سے جس قدر دعوے کیے هیں ' وقت آگیا ھے کہ اُن میں سے هر دعوا اپنی سچائی کا دنیا کو یقین دلا دے - هم دو سال سے جو کچھہ کہہ رهے هیں' وقت آگیا ھے کہ دنیا کو کرکے دکھلا دیں - هم نے ایمان کا اعلان کیا ھے - هم نے خدا پرستي کا دعوی کیا ھے - هم نے سر فروشی اور جانستانی کا نعرہ لگایا ھے - هم نے قربانی و جانبازي کا هزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ھے - هم نے حق پرستی کے عہد کیے هیں ' اور اسلام اور ملک سے عشق و محبت کا پیمان وفا باندھا ھے - هم نے نامردی اور بزدلی کی همیشہ حقارت کي - هم نے حق سے منھہ موڑنے اور خدا کو پیٹھہ دکھلانے پر لعنتیں بھیجیں - هم اُن پر هنسے جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے - هم نے اُن کي بدبختي و محرومي سے پناہ مانگي جو وقت پر اپنے دعوؤں میں پورے

اچھا، اب ایک چیز کو لو، اور سوچو کہ ہمارے مقابلے میں کون کون سی طاقت لائی جاسکتی ہے ؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لیے پوری طرح ہیبت ناک ہے - لیکن بے خوفی کے مقابلے میں کیا کریگی ؟

گورنمنٹ احکام نافذ کرکے ہمیں روک دے سکتی ہے - لیکن جن لوگوں نے ٹھان لیا ہو کہ کبھی نہ رکیں گے اور نہ رک کر سب کچھ جھیل لیں گے، ان کے مقابلے میں وہ کیا کرے گی ؟

گورنمنٹ گرفتار کرکے قید خانے بھردے گی - لیکن جو لوگ خود ہی قید ہونے کے ایسے طلبگار ہیں، ان کے لیے قید خانے کی نمائش کیا کام دے سکتی ہے ؟

سب سے آخری طاقت ہلاکی اور خونریزی کی طاقت ہے - مسلح فوجیں جمع ہوسکتی ہیں - ہتھیار چمک سکتے ہیں - توپیں گرج سکتی ہیں - لیکن جو لوگ موت کے لیے خود ہی طیار ہوچکے ہوں، ان کے سامنے موت آکر کیا کرلیگی ؟

(ہم کو ہمارے سوا کوئی زیر نہیں کرسکتا)

لیکن ہاں، جبکہ کرۂ ارضی کی سب سے بڑی مغرور طاقت بھی ہمارا کچھہ نہیں بگاڑ سکتی، تو ایک طاقت ہے جو ہمیں پل بھر کے اندر پاش پاش کردے سکتی ہے -

وہ کون ہے ؟

وہ خود ہم ہیں، اور ہماری خوفناک غفلت ہے اگر وہ وقت پر نمودار ہوگئی ہم پر ہمارے سوا کوئی غالب نہیں آسکتا - ہم ایمان اور استقامت سے مسلح ہوکر ایسے طاقتور ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ارضی گھمنڈ بھی ہمیں شکست نہیں دے سکتا، لیکن اگر ہمارے اندر اعتقاد اور عمل کی ایک ادنی سی کمزوری اور خامی بھی پیدا ہوگئی، تو ہم خود آپ ہی اپنے قاتل ہونگے، اور ہم سے بڑھکر دنیا میں اچانک مٹ جانے والی کوئی چیز بھی نہیں ملےگی -

هوسکتی هیں ؟ کیا هم دنیا کو اس بات کیلیے چھوڑدینگے که هماري ایمان سے محرومی اور همت سے تہی دستی پرگواهی دے ؟

آہ ' یہي گھڑي هے جو اس کا فیصله کرے گي - یہی وقت هے جو همیشه کے لیے هماری فتح و شکست کا فیصله لکھه دے گا - آؤ ' اپنی قسمت کي تعمیر کریں - اپنی عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچالیں - اپنی فتح کو شکست کے لیے نه چھوڑدیں - اسلام کے دامن کے لیے دهبه نه بنیں جو کبھی محو نه هو - هندوستان کی آزادی اور نجات کي اُمید تاراج نه کردیں ' جو صدیوں تک واپس نه مل سکے !

(راہ عـــمـــل)

همارے کام کا راسته بالکل صاف هے - هماری کامیابی کے لیے کوئی روک نہیں - یقیناً خدا کی رحمتوں نے همارا ساتهه دیا ' اور هم پر ایسی راہ عمل کھول دی که جب تک هم خود اپنے کو شکست نه دینا چاهیں ' کوئي همیں شکست نہیں دے سکتا -

هم نے اول دن هی سے قربانی اور استقامت کا اعلان کیا هے - " قربانی " سے مقصود یه هے که مقصد کی راہ میں هر طرح کی تکلیف و مصیبت جھیلتے رهنا - " استقامت " سے مقصود یه هے که راہ میں جمے رهنا اور کبھی اس سے منه نه موڑنا -

پھر بتلاؤ ' گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بھی کوئی بڑي طاقت اس کے مقابلے میں کیا کرسکتی هے ؟ کیونکر وہ همیں روک سکتی هے ؟ اور کس طرح هم پر غالب آسکتی هے ؟ فوج هو تو اُسے شکست دی جاے ' قلعے هوں تو اُنہیں ڈھا دیا جاے ' دیواریں هوں تو اُنہیں گرا دیا جاے ' هتیار هوں تو اُنہیں چھین لیا جاے - لیکن جو قوم قربان هونے اور مٹنے کے لیے طیار هوگئی هو اور صرف قربان هونا اور جان پر کھیل جانا هی اُسکی فوج اور هتیار هو ' اُس کا مقابله کس چیز سے کیا جائیگا ؟ جسموں کو مارا اور هتیاروں کو چھینا جاسکتا هے ' لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لیے نه کوئي کاٹ هے ' نه کوئي آگ -

دکھلا سکی ؟ یہ الفاظ بھی ٹھیک نہیں - یوں پوچھنا چاہیئے کہ کیا کوئی ایک بات بھی ہماری مخالفت میں کرسکی ؟ وہ تو اور زیادہ ہمارا ساتھہ دے رہی ہے - عین ہماری آرزوؤں اور خواہشوں کے مطابق ہمیں کامیابی کی طرف کھینچ رہی ہے -

وہ زیادہ مخالف ہوئی تو اُس نے زیادہ گرفتاریاں شروع کردیں ' لیکن گرفتاریوں ھی کے لیے تو ہم نے اپنا پروگرام بنایا تھا ؟ وہ زیادہ سختی پر آئی تو اُس نے بڑے بڑے لیڈروں پر بھی ہاتھہ بڑھایا ' لیکن تحریک کی طاقت اور ترقی کے لیے بھی تو ہم اسی بات کے طلبگار تھے ؟ حتی کہ گرفتاریوں کے لیے گورنمنٹ کو بلاوے دیتے دیتے تھک گئے تھے ؟ وہ زیادہ مقابلے میں سرگرم ہوئی تو والنٹیر کورز توڑ ڈالی گئیں ' لیکن یہ تو عین ہماری دستگیری ہے اور سچ مچ کو ہمیں کام پر لگادینا ہے - کیونکہ سول ڈس اوبیڈینس کے لیے ہمیں کسی ایسی ہی بات کی تلاش تھی - ہم کب سے اس موقعہ کے انتظار میں راہ تک رہے تھے ؟ پھر یہ کیسی مخالفت ہے جو عین موافقت کا کام دے رہی ہے ؟ اور کیسا مقابلہ ہے جس کا ہر وار ہمیں ایک نیا ہتھیار بخش دیتا ہے ؟ فی الحقیقت یہی ایمان و صبر کی راہ کا معجزہ ہے ' اور یہی وہ راز ہے کہ ایمان اور قربانی کے مقابلے میں طاقت کا سارا ساز و سامان بیکار ہو جاتا ہے - دنیا میں شکست دینے اور مٹانے کے جتنے بھی ہتھیار ہیں ' اُن میں سے کوئی ہتھیار بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا -

(گورنمنٹ کی رہنمائی)

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس وقت ہماری تحریک کی طاقت اور فتح کے لیے ہمارا بڑا سے بڑا طاقتور دوست اور رہنما بھی ہم پر وہ احسان نہیں کرسکتا تھا جو گورنمنٹ نے خلافت اور کانگرس والنٹیر کورز کو توڑ کر ہم پر کردیا ہے - اُسنے عین وقت پر ہماری مدد کی - وہ ہماری مدد کیوں کرتی ؟ لیکن اُسی کارساز قدرت نے اُس کے ہاتھوں کرائی جو ہمیشہ اپنی نیرنگیوں کے اچھنبے دنیا کو دکھلاتا رہتا ہے - ٹھیک ٹھیک یہ اُسی وقت ہوا جبکہ ہم میں سے ہر دل بڑی بیقراری کے

همکو گورنمنٹ شکست نہیں دے سکتی - پر ہماری غفلت ہمیں پیس ڈالے گی - ہم کو فوجیں پامال نہیں کرسکتیں لیکن ہمارے دل کی کمزوری ہمیں روند ڈالے گی - ہمارے دشمن اجسام نہیں ہیں - عقائد اور اعمال ہیں - اگر ہمارے اندر ڈر پیدا ہوگیا ' شک و شبہ نے جگہ پالی ' ایمان کی مضبوطی اور حق کا یقین ڈگمگا گیا ' ہم قربانی سے جی چرانے لگے ' ہم نے اپنی روح فریب نفس کے حوالہ کردی ' ہمارے صبر اور برداشت میں فتور آگیا ' ہم انتظار سے تھک گئے ' طلبگاری سے اُکتا گئے ' ہم میں نظم نہ رہا ' ہم اپنی تحریک کے تمام دلوں اور قدموں کو ایک راہ پر نہ چلاسکے ' ہم سخت سے سخت مشکلوں اور مصیبتوں میں بھی امن اور انتظام قائم نہ رکھہ سکے ' ہمارے باہمی ایکے اور یگانگت کے رشتہ میں کوئی ایک گرہ بھی پڑگئی ' غرضکہ اگر دل کے یقین اور قدم کے عمل میں ہم پکے اور پورے نہ نکلے ' تو پھر ہماری شکست ' ہماری نامرادی ' ہماری پامالی ' ہمارے پس جانے ' ہمارے نابود ہوجانے کے لیے نہ تو گورنمنٹ کی طاقت کی ضرورت ہے ' نہ اس کے جبر و تشدد کی - ہم خود ہی اپنا گلا کاٹ لینگے ' اور پھر صرف ہماری نامرادی کی کہانی دنیا کی عبرت کے لیے باقی رہ جاے گی !

ہماری طاقت بیرونی سامانوں کی نہیں ہے کہ اُنہیں کھوکر دوبارہ پالیں گے - ہماری ہستی صرف دل اور روح کی سچائیوں اور پاکیوں پر قائم ہے ' اور وہ ہمیں دنیا کے بازاروں میں نہیں مل سکتیں - اگر خزانہ ختم ہو جاے تو بٹور لیا جاسکتا ہے - اگر فوجیں کٹ جائیں تو دوبارہ بنالی جاسکتی ہیں - اگر ہتیار چھن جائیں تو کارخانوں میں ڈھال لیے جاسکتے ہیں - لیکن اگر ہمارے دل کا ایمان جاتا رہا تو وہ کہاں ملے گا ؟ اگر قربانی و حق پرستی کا پاک جذبہ مٹ گیا تو وہ کس سے مانگا جائیگا ؟ اگر ہم نے خدا کا عشق اور ملک و ملت کی شیفتگی کھودی تو وہ کس کارخانے میں ڈھالی جائیگی ؟

(گورنمنٹ کی مخالفت یا اعانت ؟)

گورنمنٹ نے آخری حملہ کے لیے ہتیار اُٹھا لیے - لیکن پھر کیا ہوا ؟ کیا ہماری شکست ' ہماری پامالی ' ہماری ناکامیابی کے لیے کوئی بات بھی

گورنمنٹ نے کرانچی کا مقدمہ کرکے فوج اور پولیس کا مسئلہ ھمارے لیئے پیدا کردیا تھا - هم طیار هوگئے که اسي سے سول ڈس اوبیڈیس کے مقاصد حاصل کریں - هم نے پوري طرح کوشش کي اور کوئی دقیقه اس مسئلہ کے اعلان اور اعتراف میں اُٹھا نہ رکھا ' لیکن گورنمنٹ بہت جلد چونک اٹھي اور سمجهه گئي کہ وہ هم پر وار نہیں کر رهي هے ' بلکه همارے وار کے لیے خود اپنے کو پیش کر رهی هے - اس نے فوراً پینترا بدلا ' اور ایک شخص کو بھی کرانچی ررزلیوشن کے تکرار و تصدیق کی بنا پر گرفتار نہیں کیا -

لیکن اب والنٹیر کورز کو خلاف قانون ٹھرا کر اُس نے نعم البدل دیدیا هے - هر اعتبار اور حیثیت سے یه سول ڈس اوبیڈیس کے لیے بہترین راہ کھلي - هم گورنمنٹ سے اگر کوئی چیز مانگتے ' تو یہی مانگتے جو اُس نے خود بخود دے دی - اس راہ کي ساری دقتیں دور هوگئیں اور ساری خوبیاں مل گئیں - اب کامیاب اور بے خطر سول ڈس اوبیڈیس یہي هے که والنٹیرز کي جماعتیں از سرنو بھرتي کي جائیں اور گورنمنٹ کو چھوڑ دیا جاے که جہاں تک گرفتار کرسکتي هے' گرفتار کرتي جاے -

(سب سے بـــڑا کام)

اب خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے لیے صرف یہی ایک کام بڑا سے بڑا کام هے - هر اُس شخص کے لیے جو اسلام اور ملک کی محبت کا دعویدار هے' راہ عمل کھل گئی هے که فوراً اُٹھے اور سارے کام چھوڑ کر قومی والنٹیرز میں اپنا نام لکھوادے - اب وقت کی سب سے بڑي خدمت یہی هوگئي - کل تک همارے لیے بہت سے کام تھے ' اور هر کام خلافت اور سواراج کی خدمت تھا - هم تقریریں کرتے تھے' جلسے کرتے تھے ' دوروں میں نکلتے تھے ' خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے عہدوں پر مامور هوتے تھے ' لیکن آج وہ تمام کام غیر ضروري هوگئے - صرف یہی ایک کام خلافت اور سواراج کا اصلی کام هے - اب سب سے بڑا خادم اسلام و ملک وهی هے جو والنٹیر بن جاے ' اور پورے صبر اور استقامت کے ساتھہ اپنی ڈیوٹی پر کام کرکے جیل خانے چلا جاے -

ساتھہ اس کي ضرورت محسوس کررھا تھا - یہ گویا آسمان کي فیاض اور وقت شناس بارش ھے جو نہ تو پہلے آئي اور نہ دیر کرکے آئی - ٹھیک اسي وقت آئي جبکہ تمام کھیت اس کی راہ تک رھے تھے (ومن آیاتہ ان یریکم البرق خوفاً و طمعاً)

اس وقت تحریک کی کامیابی کے لیے سب سے زیادہ ضروري اور ناگزیر عمل " سول ڈس اوبیڈینس " کا تھا - یعنی اس بات کا تھا کہ سول قوانین کی تعمیل سے انکار کردیا جاے اور قید خانے بھرکر گورنمنٹ کے تشدد کو تھکادیا جاے - اس کي کامیابی کے لیے کامل نظم و امن اور صبر و استقامت کی ضرورت تھی اور نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وقت پر اس کی شرطیں پوري ھوسکیں گی یا نہیں ؟

سول ڈس اوبیڈینس کي دو صورتیں ھیں

ایک یہ کہ کوئی خاص معین قانون ھو جو ھماري تحریک کے جائز اور پر امن کاموں کو جبراً روکتا ھو' اور صرف اسی کي عدم تعمیل سے کام شروع کیا جاے - یہ صورت محض دفاعي ھے - اور اسلیے سب سے زیادہ محفوظ اور کامیاب ھے - کیونکہ اس میں میدان عمل محدود رھتا ھے' اور صرف وھي لوگ اس میں آسکتے ھیں جو اچھي طرح اس کے لیے طیار ھوں -

دوسري صورت یہ ھے کہ کوئی ایسا خاص قانون تو سامنے نہ ھو' مگر عام طور پر تمام سول قوانین کی تعمیل سے انکار کردیا جاے - اس میں زیادہ اولو العزمی اور دلیري ھے کیونکہ یہ دفاعي عمل نہیں ھے - جارحانہ ھے - لیکن ساتھہ ھي بہت نازک اور کٹھن بھي ھے - اس کو صرف دو چار آدمی کرکے نتیجہ نہیں پیدا کرسکتے جب تک بڑی جماعت اور پوري آبادی نہ کرے ' اور ظاھر ھے کہ پوری آبادی کا اس کي مشکلات پر غالب آنا اور تمام شرطوں میں پورا اترنا آسان نہیں ھے

آل انڈیا کانگریس کمیٹي نے جب کوئي پہلي صورت سامنے نہ دیکھي تو دوسري صورت اختیار کي - لیکن اس کے لیے ضروري شرطیں بھي ٹھہرا دیں - یہ شرطیں ایسي ھیں جو اسوقت صرف چند خاص مقامات ھي میں پوري ھوسکتي ھیں اسی لیے لوگوں کو مایوسي ھوئي اور تمام کارکن حلقے کام میں شریک نہ ھوسکے

سچے دل سے اس شرط پر یقین رکھیں ' اور خدمت دین و ملت کے پاک کام کو بدمعاشوں اور شریروں کی شرکت سے گندہ نہ ہونے دیں - ہم کو پوری ہشیاری اور نگہبانی کے ساتھہ اس کا اطمینان کرلینا چاہیے - اور جب تک اطمینان نہ ہو والنٹیرز کا نیا کام شروع نہیں کرنا چاہیے - یہ اطمینان دونوں جماعتوں کی طرف سے ہونا چاہئے - اُن کي طرف سے بھی جو والنٹیرس ' اور اُن سب کی طرف سے بھی جو والنٹیرز کی قربانیوں اور کرداریوں کا نظارہ کریں - دونوں کے دلوں کو ٹٹول لینا چاہئے - دونوں کے دلوں پر اس کی ضرورت نقش کردینی چاہیے - والنٹیر وہی ہے جو گرفتار ہو جائے ' اور پھر نہ جرمانہ دے ' نہ معافی مانگے ' نہ پیشانی پر بل لائے ' سزا جھیل لینے کے لیے طیار ہو - اسی طرح والنٹیرز کا کام صرف اُسی آبادی میں شروع کیا جائے جو ہر روز اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے عزیزوں کی گرفتاری دیکھے ' لیکن نہ تو اُسے خوف و ہراس ہو - نہ بیجا جوش اور بھڑک - اگر ولولہ اُٹھے تو اُنکی راس کا - جوش پیدا ہو تو اُن ہی کی طرح جوش قید ہو جائے کا !

, تیسری شرط " استقامت " ہے - یعنی قربانی اور جانثاری کی راہ میں قدم اُٹھا کر پھر اس طرح جم جانا کہ نہ تو کوئی طمع ہلا سکے - نہ کوئی خوف ڈراسکے - سمندر کی طرح پر جوش ' پہاڑ کی طرح مضبوط !

تـــزول الجبـــال الـــراسيـــات و قلبـــهم
علـــى العـــهـد لا يلـــوي و لا يتغـــيرا

اس شرط کیلیے اور زیادہ کیا کہوں ؟ کامیابیوں کي جڑ ' مقصد و مراد کا سرچشمہ ' ایمان کا خلاصہ ' عمل کی روح ' خدا کي رحمت کا وسیلہ اگر ہے تو صرف یہی ہے - اس کے سوا کچھہ نہیں - ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون ! جو خدا پر ایمان لائے اور اُس پر جم گئے ' تو پھر اُنکے لیے نہ توکسي طرح کا ڈر ہے ' اور نہ کوئی غم !

(تین شرطیں)

البتہ تمام کارکنوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کامیابی کے لیے تین
شرطیں اٹل ہیں - جب تک وہ ان شرطوں کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائیں ہرگز
ہرگز اس راہ میں قدم نہ اٹھائیں - کام کا کم ہونا برا نہیں ہے، مگر کام کا بگاڑ دینا
ناقابل معافی ہے - اگر اس نازک گھڑی میں ہم نے ذرا بھی غفلت کی، تو ہم
سے بڑھکر ہمارے لیے کوئی مجرم نہ ہوگا

پہلی شرط " نظم " ہے - جو خلافت یا کانگریس کمیٹی یہ کام شروع کرے،
چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی انتظامی قوت کو اچھی طرح دیکھ بھال لے - انتظام
کے لیے تین باتوں کی طرف سے اطمینان ہونا چاہیے

(۱) تمام مقامی کارکن کسی ایک شخص کے حکموں پر چلتے ہوں، اور
پوری طرح اس کی اطاعت کرتے ہوں - اگر خلافت اور کانگریس کمیٹی کے صدر
کو ایسی طاقت حاصل ہے تو یہ منصب اسی کا ہے - اگر ایسا نہیں ہے تو جو
شخص ایسا اثر رکھتا ہو، عارضی طور پر والنٹیر کور کا نظام اس کے ماتحت کر دینا
چاہیے، اور تمام کارکنوں کو پوری اطاعت کے ساتھ اس کا ساتھ دینا چاہیے -

(۲) مقامی آبادی پر کمیٹی کا پورا پورا اثر ہونا چاہیے - اس کو یقین
ہونا چاہیے کہ وہ وقت پر سب کو اپنے قابو میں رکھ سکے گی

(۳) انتظام کے قائم رکھنے کے لیے کافی اور ہشیار کارکن ہونے چاہئیں
تاکہ ہر وقت کام دے سکیں - ان کو والنٹیر میں شامل نہ ہونا چاہیے

دوسری شرط " امن " ہے، اور یقین کرنا چاہیے کہ اگر ہم امن قائم نہ رکھ سکے
ایک لمحہ کے لیے بھی یہ کام کامیاب نہیں ہوسکتا - ہم امن کو گورنمنٹ کیلیے
نہیں چاہتے، خود اپنی کامیابی کے لیے چاہتے ہیں - گورنمنٹ تاک میں ہے کہ
کوئی بات بھی بلوے اور بدنظمی کی ہو جائے، اور پھر اس کو دبا دینے کا موقعہ
مل جائے - بمبئی کے واقعہ نے بتلا دیا ہے کہ انتظام کی غفلت اور غیر ذمہ دار
لوگوں کی شرارتوں نے کیسی خوفناک صورت اختیار کرلی ؟ پس چاہیے کہ ہم

بیگم صاحبہ مولانا کا تار بنام مہاتما گاندھی

ہم ذیل میں بیگم صاحبہ مولانا کا وہ تار درج کرتے ہیں، جو اُنہوں نے مولانا کی سزا یابی کے بعد مہاتما گاندھی کو احمد آباد اور بردولی کے پتوں پر دیا تھا۔ لیکن سنٹرل ٹیلیگراف آفس کلکتہ نے اُسے روک لیا۔

"میرے شوہر مولانا ابو الکلام آزاد کے مقدمہ کا فیصلہ آج سنا دیا گیا، اُنہیں صرف ایک سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ یہ نہایت تعجب انگیز طور پر اُس سے بدرجہا کم ہے جسکے سننے کیلیے ہم طیار تھے۔ اگر سزا اور قید قومی خدمات کا معاوضہ ہے تو آپ تسلیم کرینگے کہ اس معاملہ میں بھی انکے ساتھہ سخت نا انصافی برتی گئی۔ یہ تو کم سے کم بھی نہیں ہے، جسکے وہ مستحق تھے۔ میں آپکو اطلاع دینے کی جرأت کرتی ہوں کہ بنگال میں جو جگہ انکی خدمات کی خالی ہوئی ہے، انکے لیے میں نے اپنی ناچیز خدمات پیش کردی ہیں۔ اور وہ تمام کام بدستور جاری رہینگے جو انکی موجودگی میں انجام پاتے تھے۔ میرے لیے یہ ایک بہت بڑا بوجھہ ہے لیکن میں خدا سے مدد کی پوری اُمید رکھتی ہوں۔ البتہ انکی جگہ صرف بنگال ہی میں خالی نہیں ہے۔ بلکہ تمام ملک میں، اور اسکے لیے سعی کرنا میرے دسترس سے بالکل باہر ہے"۔

"میں پہلے چار سال تک انکی نظر بندی کے زمانہ میں اپنی ایک ابتدائی آزمائش کرچکی ہوں، اور میں کہہ سکتی ہوں کہ اس دوسری آزمائش میں بھی پوری اترونگی۔ گذشتہ پانچ سال سے میری صحت نہایت کمزور ہوگئی ہے، دماغی محنت سے بالکل مجبور ہوں۔ اسلیے باوجود میری خواہش کے مولانا ہمیشہ اس سے مانع رہے کہ میں کسی طرح کی محنت اور مشغولیت کے کام میں حصہ لوں۔ لیکن میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ انکی سزا یابی کے بعد مجھے اپنی ناچیز ہستی کو اداء فرض کیلیے وقف کردینا چاہیے۔ میں آج سے بنگال پراونشیل خلافت کمیٹی کے تمام کاموں کو اپنے بھائی کی اعانت سے انجام دونگی"۔

"اُنہوں نے مجھہ سے کہا ہے کہ اُنکے پر محبت و احترام سلام کے بعد یہ پیغام آپکو پہنچا دوں کہ اسوقت دونوں فریق میں سے کسی فریق کی حالت بھی فیصلہ یا صلح کیلیے طیار نہیں ہے۔ نہ گورنمنٹ، نہ ملک، اسلیے ہمارے آگے صرف اپنے تئیں طیار کرنے ہی کا کام درپیش ہے۔ بنگال جسطرح آج سب سے آگے ہے آئندہ منزل میں بھی پیش پیش رہیگا۔ براہ عنایت "بردولی تعلقہ" پر بنگال پراونس کے نام کا بھی اضافہ کردیجیے۔ اور اگر کوئی وقت فیصلہ کا آئے، تو ہم لوگوں کی رہائی کو اتنی اہمیت نہ دیجیے جتنی آجکل دی گئی ہے رہائی کو بالکل نظر انداز کرکے مقاصد کیلیے شرائط کا فیصلہ کرائیے"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
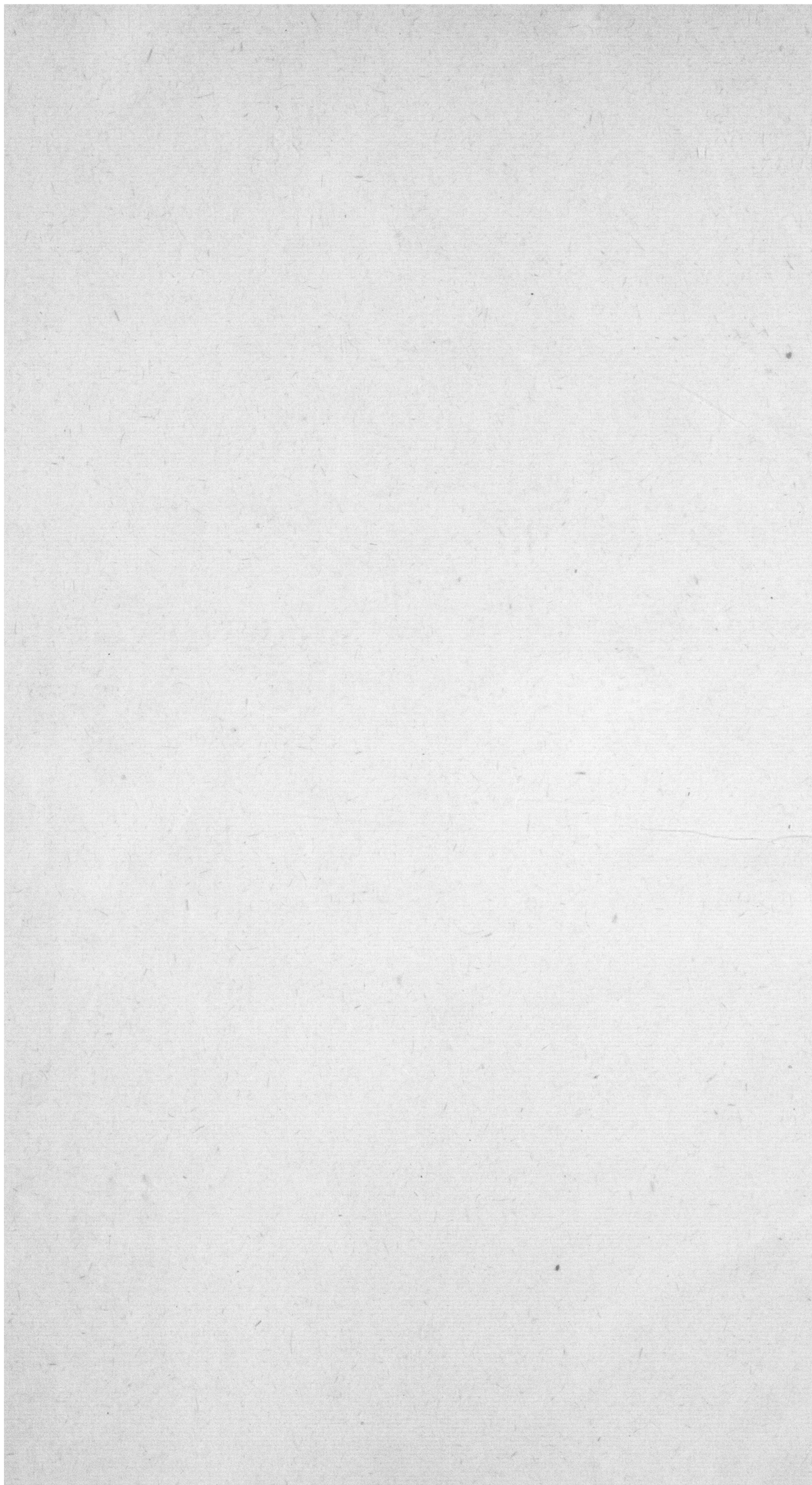
الم یان للذین امنوا، ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل

من الحق ؟ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل،

فطال علیھم الامد، فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (۵۷:۱۶)

کیا مسلمانون کے لئے اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ اُن کے دل

اللہ اور اُس کے حکمون کے آگے جُھک جائین، اور غفلت و نافرمانی سے

باز آئین ؟ اور اُن لوگون کی طرح نہ ہو جائین جن کو مسلمانون ہی

کی طرح کتاب الٰہی دیگئی تھی (یعنے یہود) لیکن جب ایک بڑی مُدّت

گزر گئی تو غفلت مین رہتے رہتے اُن کے دل سخت ہو گئے۔ احساس

جاتا رہا۔ غیرت و حمیت مٹ گئی۔ سچّے دلون کی وہ نرمی اور اثر پذیری

نہ رہی جو صدائے حق سُنتے ہی چونک اُٹھتی ہے۔ فھل من مّدّکر ؟

Printed at the "Al-balagh Press" Calcutta and Published
the Central Khilafat Committee Bombay